عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد ۴۱ | ۱۷ تا ۲۳ محرم الحرام ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ اگست ۲۰۲۲ء | شمارہ ۳۱

اسلام اور تعمیرِ شخصیت

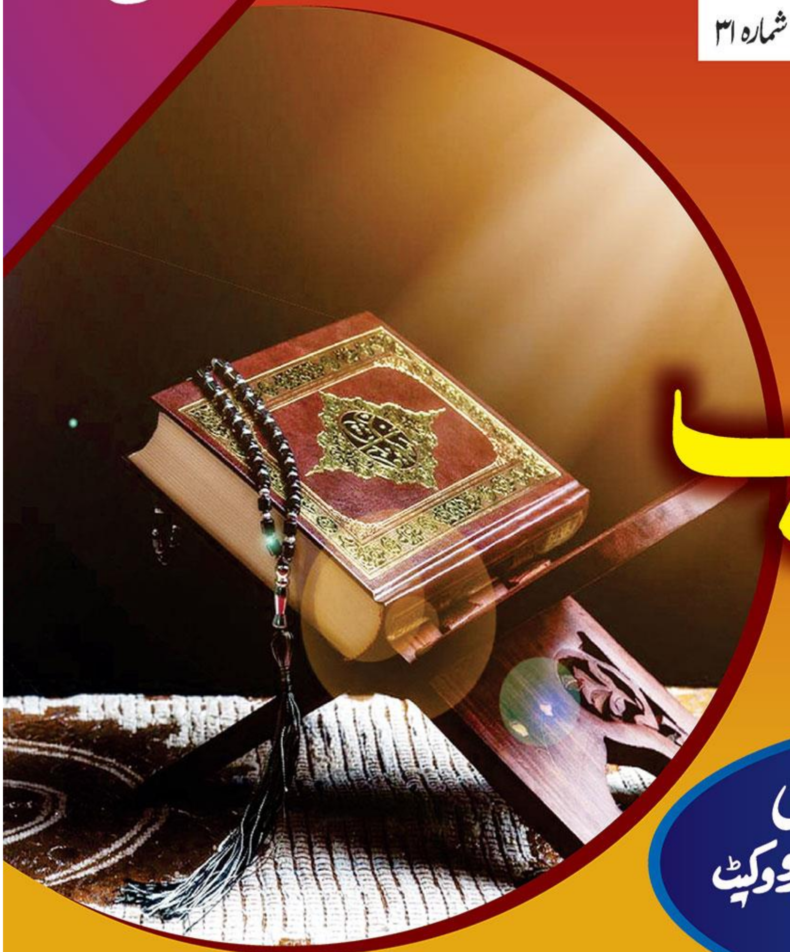

قرآن کریم کتابِ انقلاب

جناب محمد اسمٰعیل قریشی ایڈووکیٹ
حیات و خدمات

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

طلاق کے مختلف نوٹس اور ان کی حیثیت

س:...... میری بیوی گھریلو ناچاقیوں کی وجہ سے ناراض ہوکر گزشتہ ایک سال سے اپنی ماں کے پاس رہائش پذیر ہے۔ ہمارے دو بچے ہیں، ہم نے مختلف ذرائع سے پوری کوشش کی کہ وہ واپس آجائے اور طلاق کی نوبت نہ آئے۔ مگر اس کا اصرار تھا کہ طلاق دی جائے، لہٰذا میں نے محض ڈرانے کے لئے عرضی نویس سے ایک طلاق کا نوٹس لکھوایا۔ دوسری اور تیسری طلاق کا نوٹس لکھوایا اور دستخط کردیئے۔ مگر بیوی کو ایک ہی نوٹس بھیجا ہے۔ دوسری اور تیسری طلاق کا نوٹس ابھی نہیں بھیجا۔ یہ تمام کاغذات اس سوال نامہ کے ساتھ منسلک ہیں۔ ان قانونی کاغذات کی رو سے تینوں طلاقیں واقع ہوگئی ہیں یا کوئی گنجائش ہے؟ اس بارے میں وضاحت فرمادیں۔

ج:...... صورت مسؤلہ میں طلاق نامہ میں تحریر کردہ جملہ: ’’اپنی اہلیہ کو نوٹس طلاق اول ارسال کر رہا ہوں‘‘ سے فی الفور ایک طلاق رجعی واقع ہوگئی ہے۔ طلاق کا مضمون مکمل ہونے کے بعد تاریخ لکھنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہاں اگر متعین تاریخ کا ذکر طلاق کے جملہ میں استعمال کیا جاتا اور یوں کہا جاتا کہ فلاں تاریخ پر طلاق واقع ہوگی تو اس ذکر کردہ تاریخ پر ہی طلاق واقع ہوتی۔ اس سے پہلے نہ ہوتی، لیکن مذکورہ طلاق نامہ کے نوٹس میں اس چیز کا خیال نہیں رکھا گیا، طلاق لکھ دینے کے بعد آخر میں تاریخ لکھی گئی۔ اس لئے آخر میں لکھی گئی تاریخ قابل اعتبار نہ ہوگی اور فی الفور طلاق اول، طلاق دوم، طلاق سوم واقع ہوجائیں گی۔ شوہر نے بھی طلاق نامہ پر باقاعدہ دستخط کئے اور انگوٹھے کے نشان درج کئے، جس سے واضح طور پر ثابت ہے کہ اسے تینوں طلاق کا علم تھا۔ باقی یہ کہنا کہ طلاق دینے کا ارادہ نہیں تھا، صرف دھمکی اور ڈرانے کے لئے ایسا کیا، یہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ لہٰذا طلاق مغلظہ واقع ہونے سے نکاح ختم ہوگیا، اب رجوع کی کوئی گنجائش نہیں۔ عورت عدت پوری ہونے کے بعد آزاد ہے، جہاں چاہے نکاح کرلے۔

وضو کے چھینٹوں سے حوض ناپاک نہیں ہوتا

س:...... بعض لوگوں سے سنا ہے کہ وضو کے پانی کے چھینٹوں سے بچنا چاہئے، کیونکہ گرنے والا پانی ناپاک ہوجاتا ہے، جبکہ بعض مساجد میں بڑے حوض ہوتے ہیں، وضو کرتے وقت وضو کا پانی حوض میں گرتا ہے، کیا اس صورت میں پانی ناپاک ہوجاتا ہے یا نہیں؟

ج:...... حوض سے وضو کرتے وقت احتیاط سے کام لینا چاہئے کہ چھینٹے حوض پر نہ گریں، لیکن ان چھینٹوں سے حوض ناپاک نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس

جلد:۴۱ ۱۷ تا ۲۳ محرم الحرام ۱۴۴۴ھ، مطابق ۱۶ تا ۲۲ راگست ۲۰۲۲ء شمارہ:۳۱

سرپرست

حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرمؔ، محمد فیصل عرفان خان

مجلس ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

اس شمارے میں!

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سُو نمونے	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
قرآن کریم کتابِ انقلاب ہے!	۸	مولانا ڈاکٹر عبدالسلام مدظلہ
موجودہ سیاسی کشمکش اور اسلامی تعلیمات	۱۱	مولانا محمد الیاس گھمن
رسول اللہ ﷺ کے کام پر ایک نظر	۱۳	ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم
اسلام اور تعمیرِ شخصیت	۱۶	مولانا محمد اللہ خلیلی قاسمی
جناب محمد اسماعیل قریشی رحمۃ اللہ علیہ ایڈووکیٹ	۱۹	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
عیسائی پادریوں سے چند سوالات (۱۰)	۲۱	مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ
مرزا... آستین کا سانپ	۲۳	مولانا اسماعیل ریحان
مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد و نظریات (۲)	۲۵	سیّد شجاعت علی گیلانی

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35, Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِنبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

آغازِ نبوّت سے ہجرت تک کے واقعات

ا:...اس سال، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کا اِکتالیسواں سال تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوّت و رِسالت سے سرفراز ہوئے۔ سیرتِ شامیہ کے مصنف لکھتے ہیں: ''مشہور قول کے مطابق، عمر مبارک کے ٹھیک چالیس برس پورے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصبِ رِسالت پر فائز کیا گیا، اسی مشہور قول پر علماء کا اِتفاق ہے اور یہی صحیح ہے، اگرچہ بعض نے ایک دن بعد، بعض نے دس دن بعد اور بعض نے دو ماہ بعد کا قول بھی نقل کیا ہے۔'' زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں: ''پہلا قول ہی دُرست اور صحیح ہے، اور یہ حضرت ابنِ عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے صحیحین میں مروی ہے۔''

بعثتِ نبوی ماہ ربیع الاوّل میں ہوئی یا رمضان مبارک میں؟ اس میں علماء کے دو قول ہیں، راجح اور مشہور قولِ اوّل ہے، البتہ ان دونوں کے مابین تطبیق، جیسا کہ زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے، اس طرح ہوسکتی ہے کہ ربیع الاوّل سے وحیٔ منام (خواب میں وحی) کا آغاز ہوا، یہ سلسلہ چھ ماہ تک جاری رہا، اور رمضان کی لیلۃ القدر میں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں خلوت گزیں تھے، جبریلِ امین کی آمد ہوئی اور وحیٔ قرآنی کا سلسلہ شروع ہوا، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: ''ماہِ رمضان (ہی) وہ (مہینہ) ہے جس میں قرآن نازل ہوا'' نیز ارشاد ہے: ''ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں نازل کیا۔''

بعثت کس تاریخ کو ہوئی؟ اس میں تین قول ہیں: ربیع الاوّل کی بارہ یا دو یا آٹھ تاریخ کو، بارہ کا قول زیادہ مشہور ہے، اس پر اِتفاق ہے کہ یہ دن سوموار تھا، مسلم شریف میں حضرت ابوقتادہؓ کی روایت سے دو مرفوع حدیثوں میں اس کی تصریح موجود ہے۔ تاریخِ بعثت میں ان تین کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

۲:...جیسا کہ ابھی گزرا اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وحی کی ابتدا رُویائے صادقہ سے ہوئی اور چھ ماہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

۳:...بعثت کے ابتدائی دور میں شجر وحجر بارگاہِ نبوّت میں سلام عرض کرتے تھے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بعثت کے ابتدائی دنوں میں، میں جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتا، وہ مجھے یوں سلام کرتا: السلام علیک یا رسول اللہ!'' ایک اور حدیث میں ہے کہ: ''مکہ میں وہ پتھر اب بھی موجود ہے جو آغازِ نبوّت میں مجھے سلام کرتا تھا۔'' بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سے حجرِ اَسوَد مراد ہے، اور بعض فرماتے ہیں کہ: یہ ایک اور معروف پتھر تھا، جو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے مکان کے قریب تھا۔

۴:...اسی سال اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اسلام لائیں، آپ کو اسلام میں مردوں اور عورتوں سب سے سبقت کا شرف حاصل ہے، چنانچہ کئی ایک علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔ علامہ ثعلبیؒ، علامہ ابنِ عبدالبرؒ اور علامہ سہیلیؒ نے اس پر اِجماع نقل کیا ہے۔ ابنِ اثیرؒ فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ان سے پہلے اسلام کی سعادت نہ کسی مرد کو نصیب ہوئی، نہ کسی عورت کو۔''

ادار یہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سُو نمونے

فَاعْتَبِرُوْ یَا اُولِی الْاَبْصَار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ جامعہ خیرالمدارس ملتان کے استاذ الحدیث، ماہنامہ ''الخیر'' ملتان کے مدیر اور بہترین ادیب و کالم نگار ہیں۔ انہوں نے موعظت و نصیحت کے لئے ''جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سُو نمونے'' کے عنوان پر ماہنامہ ''الخیر'' ملتان، ماہ محرم الحرام ۱۴۴۴ھ شمارہ نمبر ا میں بہترین اور عمدہ انداز میں یہ اداریہ تحریر کیا ہے۔ اس لئے سوچا کہ اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی بجائے حضرت مولانا موصوف کا ہی ''درسِ عبرت'' آگے منتقل اور پیش کیا جائے، افادۂ عام کی غرض سے ہفت روزہ ختم نبوت کے قارئین کے لئے یہ اداریہ اور مضمون ہدیہ کیا جارہا ہے۔

''یہ جہانِ رنگ و بُو ایک عبرت سرا ہے، جس میں قدم قدم پر موعظت و تذکیر کی داستانیں بکھری پڑی ہیں: ''لمن کان له قلب او القی السمع وهو شهید'' یہ ہماری کم نگاہی و بے بصارتی ہے کہ ہم اپنے اردگرد موجود عبرت و تنبیہ کی مثالوں سے سبق حاصل نہیں کرتے اور اس انتظار میں رہتے ہیں کہ خود ہمارا وجود ہی دوسروں کے لئے مثالِ عبرت و وسیلۂ تنبیہ بن جائے، حالانکہ صحیح مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ: ''السعید من وعظ بغیرہ'' یعنی نیک بخت وہ ہوتا ہے، جو اپنے علاوہ کسی دوسرے کے احوال سے عبرت حاصل کرے۔

اس عبرت سرائے دہر میں کتنی ہی باجبروت اور دبنگ شخصیتیں ایسی گزری ہیں کہ جن کی جنبشِ قلم قانون کا اور جن کا اشارۂ ابرو حکم کا درجہ رکھتا تھا، جو اپنی زبان سے نہ سہی، لیکن اپنے طرزِ عمل سے ''اَنَا اُحْیِیْ وَاُمِیْتُ'' کا نمرودی اور ''اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی'' کا فرعونی دعویٰ ضرور کیا کرتے تھے جو ملکوں کی تقدیر اور شہروں کی قسمت گویا اپنی جیب میں لئے پھرتے تھے اور جن کی ہیبت و سطوت کے سامنے بڑوں بڑوں کا زُہرہ آب ہوجایا کرتا تھا، لیکن جب وہ خدائے جبار و قہار کی ''بطشِ شدید'' کا شکار ہوئے تو ان کا وجود ایک تمثالِ عبرت بنا دیا گیا۔

دنیا میں نیکی یا بدی پر جزا اور سزا دینا سنت اللہ نہیں، لیکن کبھی کبھی عبرت کے لئے قدرت کی طرف سے اس کے کچھ نمونے دکھا دیئے جاتے ہیں، ''ولنذیقنهم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر۔''

حجاج بن یوسف ثقفی کے نام سے کون ناواقف ہے؟ خون ریزی و سفاکی گویا اس کی فطرت میں شامل تھی اور انسانی جان کی اس کے ہاں کوئی قدر و قیمت ہی نہ تھی۔ صاحب ''البدایة والنهایة'' کے بیان کے مطابق ایک لاکھ بیس ہزار انسان اس کی خونِ آشام طبیعت کی

بھینٹ چڑھے، یہ وہ تعداد ہے جو جنگوں کے علاوہ اس کی ہاتھوں مقتول ہوئی، ان مقتولین میں عامۃ المسلمین کے علاوہ بڑے بڑے جلیل القدر اہل علم وفضل مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور سیّد التابعین حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ جیسے اجلہ واکابر شامل ہیں، بیک وقت اسّی اسّی ہزار قیدی اس کے جیل خانوں میں قید رہتے جن میں عورتیں بھی شامل ہوتیں۔

اس نے بیس سال تک اس جبر وتعدّی اور قہر واستبداد کے ساتھ عراق پر حکومت کی لیکن جب اس کا دمِ واپسیں قریب آیا تو قدرت کے دستِ انتقام نے اسے ایک عجیب وغریب بیماری میں مبتلا کردیا۔ اس کے کلیجے سے سخت اور ناقابلِ تحمل قسم کی سرد لہریں اٹھتیں اور سارے جسم میں چھا جاتیں، اس کے سارے بدن پر کپکپاہٹ طاری ہوجاتی، بھڑکتی آگ سے بھری ہوئی انگیٹھیاں اس کے پاس لائی جاتیں اور اس کے جسم کے اس قدر قریب لاکر رکھ دی جاتیں کہ اس کی کھال جلنے کے قریب ہوجاتی مگر اسے حرارت کا مطلق احساس نہ ہوتا اور سردی کی شدت میں کسی طور کوئی کمی واقع نہ ہوتی۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے معدے میں بے شمار کیڑے پیدا ہوگئے۔ اطبا نے پیٹ میں سرطان تشخیص کیا، ایک طبیب نے گوشت کا ایک ٹکڑا دھاگے سے باندھ کر اس کے حلق میں اتارا، تھوڑی دیر کے بعد دھاگے کو کھینچا تو گوشت کے ٹکڑے کے ساتھ بے شمار کیڑے لپٹے ہوئے تھے۔ انجام کار یہ شخص نمونۂ عبرت بن کر دنیا سے رخصت ہوا اور جس کی زندگی میں اس کے رعب ودہشت سے بڑے بڑے سورما لرزہ براندام رہتے تھے، اسے مرتے وقت یہ وصیت کرنی پڑی کہ میری قبر پر پانی چھڑک کر اس کے آثار مٹا دیئے جائیں تاکہ کوئی شخص لاش کی بے حرمتی نہ کرسکے۔

پاکستان کے تیسرے گورنر جنرل ملک غلام محمد خان بھی ایک ایسے حکمران تھے، جن کی زندگی عروج وترقی اور عبرت وتنبیہ کا ایک پند آموز مرقع ہے۔ عروج وترقی کا یہ عالم تھا کہ معروف بیوروکریٹ اور نامور ادیب قدرت اللہ شہاب مرحوم کے بیان کے مطابق: ’’پرائم منسٹر، وزراء، کمانڈرانِ چیف اور دیگر اعلیٰ حکام میں کوئی ایسا مائی کا لال نہ تھا جو مسٹر غلام محمد کے روبرو کسی جائز نکتے پر بھی اختلاف رائے کا اظہار کرتا ہو۔‘‘ بدمزاجی کا یہ حال تھا کہ بڑے بڑے افسروں کو بلا کر انہیں بے عزت کرنا، بے نقط سنانا اور فائلیں ان کے منہ پر دے مارنا موصوف کے ہاں معمولی اور معمول کی بات تھی، لیکن اس مغرور ومتکبر حکمران کا آخری زمانہ جس طرح گزرا، اس میں چشم بینا کے لئے عبرت کا بہت سا سامان موجود ہے۔ قدرت اللہ شہاب مرحوم لکھتے ہیں کہ: ’’مسٹر غلام محمد کافی عرصے سے فالج کے مریض تھے۔ ان کا بلڈ پریشر مستقل طور پر بہت اونچا رہتا تھا، وہ چند قدم سے زیادہ چلنے پھرنے سے قطعاً معذور تھے اور اکثر مریضوں والی پہیہ دار کرسی پر بیٹھ کر گورنر جنرل ہاؤس کا گشت کیا کرتے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں رعشہ تھا اور وہ اپنے دستخطوں کے علاوہ مزید کچھ لکھنے کے قابل نہیں تھے۔ فالج نے ان کی زبان اور چہرے کو بھی متاثر کیا ہوا تھا، جس کی وجہ سے ان کی گفتگو کسی کو سمجھ میں نہ آتی تھی۔ ان کے دہن کا عضلاتی نظام اس قدر کمزور ہوگیا تھا کہ جب وہ کھانے پینے کے لئے کوئی چیز منہ میں ڈالتے تو اس کا کچھ حصہ دونوں کونوں سے باہر گرتا رہتا۔‘‘

سابق صدر وآرمی چیف جنرل پرویز مشرف کا عہد عروج ابھی ماضی قریب میں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ نائن الیون کے حادثے کے بعد افغانستان کے معاملے پر ان کے یوٹرن نے انہیں امریکا ومغرب کی آنکھ کا تارا بنادیا اور یہ پاکستان کے مضبوط ترین حکمرانوں میں سے ایک بن گئے۔ سیاست دان ان کی جیب میں تھے اور قانون مٹھی میں، جب جی چاہا نئی سیاسی جماعت تشکیل دے دی اور جب من میں آیا ایمرجنسی نافذ کرکے عملاً آئین کو معطل کردیا۔ ملک وآئین کے ساتھ انہوں نے جو کیا سو کیا، خلق خدا کو ستانے اور بے گناہوں کو تنگ کرنے میں بھی انہوں نے کوئی کسر نہیں رہنے دی۔ افغان مسلمانوں پر بمباری کرنے کے لئے امریکا کو لاجسٹک سپورٹ فراہم کرنا، پانچ

پانچ ہزار ڈالر کے عوض مجاہدین کو پکڑ پکڑ کر امریکا کے حوالے کرنا، لال مسجد کے بدنام زمانہ آپریشن کے ذریعے معصوم بچیوں کو جان سے مارنا اور اس کے نتیجے میں پورے ملک کا امن وامان غارت کرنا، دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر دینی طبقے پر عرصۂ حیات تنگ کرنا اور اپنی رعونت کے اظہار کے لئے کراچی میں بیسیوں لوگوں کو قتل کرواکے اسے عوامی طاقت کے مظاہرے کا نام دینا یہ وہ حقائق ہیں جن کا انکار نصف النہار میں سورج کے وجود کے انکار کے مترادف ہے۔

کل کا یہ مغرور حکمران آج مفلوج اور معذور زندگی گزارنے پر مجبور ہو چکا ہے، ان کی بیماری کی تفصیل پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ قدرت نے اسے جیتے جی نمونۂ عبرت بنا دیا ہے۔ معروف صحافی و اینکر پرسن جاوید چوہدری کے بقول: ''۲۰۱۸ء کے آخر میں اچانک ان کا وزن گرنا شروع ہو گیا، جسم کے مختلف حصوں میں درد یں بھی ہونے لگیں اور معدے اور پیشاب کا نظام بھی بگڑ گیا، درجنوں ڈاکٹرز نے معائنہ کیا، لیکن ان کے مرض کی تشخیص نہ ہو سکی، ۲۰۱۹ء کے آخری ماہ آ گئے لیکن بیماری کا سرا نہ مل سکا، یہاں تک کہ امریکا کے ایک ڈاکٹر نے رپورٹوں کی بنیاد پر یہ اعلان کیا کہ جنرل پرویز مشرف کو امولوئی ڈوسیس (Amyloidosis) نام کی بیماری ہے۔ یہ بیماری انتہائی کم ہوتی ہے۔ دنیا میں اس وقت اس کے صرف ۲۵ مریض ہیں اور اس کا علاج ابھی دریافت نہیں ہوا، تین چار ادویات کا ٹرائل چل رہا ہے لیکن یہ بھی حتمی نہیں ہے۔ ڈاکٹرز نے انہیں ٹرائل ادویات کے لئے امریکا آنے کی دعوت دی، لیکن آپ جنرل پرویز مشرف کا زوال اور امریکا کی طوطا چشمی دیکھئے کہ اس امریکا نے انہیں ویزا دینے سے انکار کر دیا، جس کی پوری کابینہ ایئرپورٹ پر ان کا استقبال کیا کرتی تھی، یہ جس کی پارلیمنٹ سے خطاب کیا کرتے تھے اور یہ جس کے لئے افغانوں سے بھڑ گئے تھے۔ بہر حال قصہ مختصر جنرل پرویز مشرف کا علاج لندن اور دبئی میں شروع ہو گیا۔ یہ ایک انتہائی تکلیف دہ عمل تھا، ان کے بون میرو (ریڑھ کی ہڈی کے گودے میں) انجکشن لگایا جاتا تھا اور یہ درد سے تڑپتے تھے اور دیکھنے والوں کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے تھے۔ یہ سلسلہ بھی سال بھر تک چلتا رہا مگر یہ دوا بھی کام نہ آئی اور یہ آہستہ آہستہ ہسپتال کے بیڈ تک محدود ہو کر رہ گئے، کھانا پینا معطل ہو گیا، چلنا پھرنا مفقود ہو گیا اور آخر میں بول چال بھی بند ہو گئی اب انہیں نلکیوں کے ذریعے خوراک اور آکسیجن دی جا رہی ہے، یہ پاکستان واپس آنا چاہتے ہیں، حکومت بھی انہیں لانا چاہتی ہے مگر یہ سفر کے قابل نہیں ہے۔''

یہ عبرت ناک حال ہے اس جنرل پرویز مشرف کا جسے اپنے کمانڈو ہونے پر بڑا ناز ہوا کرتا تھا اور جس کے خوشامدی حوالی موالی اس کے اعصاب کی مضبوطی کی مثالیں دیا کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ تاریخ عبرت کی ایسی بے شمار مثالوں سے بھری پڑی ہے حتیٰ کہ فلسفۂ تاریخ کے بانی علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب کا نام ہی ''کتاب العبر'' رکھا ہے۔ تاریخ کے صفحات چیخ چیخ کر اس حقیقت کو واشگاف کر رہے ہیں کہ جس حاکم وقت نے بھی خلق خدا کو ستانے اور بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے کی روش اپنائی، خدائے منتقم نے اسے دنیا ہی میں نشانِ عبرت بنا دیا، کاش کہ ظلوم وجہول انسان عبرت کے ان مظاہر سے سبق سیکھے اور دنیا کے عارضی اقتدار و حکومت کو ظلم وعدوان کی بجائے مظلوموں کی دادرسی کا ذریعہ بنائے!

فَاعْتَبِرُوْ یَا اُوْلِی الْاَبْصَار۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کے ظلم وستم اور جور و جفا کے ارتکاب سے محفوظ فرمائیں، امت مسلمہ کو تمام شرور وفتن اور آفات و بلیات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں اور آخرت میں ہم سب کو کامیاب وکامران فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

قرآنِ کریم کتابِ انقلاب ہے

بیان: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالسلام مدظلہ

دل ہدایت کی طرف کیسے آئیں گے:

اللہ رب العزت نے انسان کو بہترین سانچے میں بنایا اور ڈھالا: ’’لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم‘‘...ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھالا... اللہ رب العزت نے اس انسان کے وجود میں ایک گوشت کا لوتھڑا پیدا کیا ہے، جس کو دل کہتے ہیں اور حدیث کا مفہوم ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس گوشت کے لوتھڑے کے بارے میں فرمایا: ’’یہ سیدھا ہو جائے، اس کو ہدایت مل جائے، اس کی اصلاح ہو جائے تو سارے جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے اور اگر اس دل کے، گوشت کے لوتھڑے میں فساد پیدا ہو جائے، بگاڑ پیدا ہو جائے تو پھر سارے جسم میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے، ہاتھ میں، زبان میں، شرم گاہ میں، ہاتھ اور پاؤں میں سارے اعضاء میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے، اس لئے اگر اس دل کی اصلاح ہو جائے تو سارے اعضاء سراپا اطاعت اور عبادت بن جاتے ہیں، تاریخ گواہ ہے سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ایسے قلوب والے لوگ بھی گزرے ہیں جن کے دل بڑے سخت تھے جیسے ابولہب، ابوجہل، ولید، عتبہ اور شیبہ تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو سنگ دل تھے پتھر دل کے لوگ انہوں نے قرآن بھی سنا، نبی علیہ السلام کے معجزات بھی دیکھے، نبی علیہ السلام کے بیانات بھی سنے، نبی علیہ السلام کے اخلاقیات کا بھی آنکھوں سے مظاہرہ کیا، عملی طور پر دیکھا، لیکن ان کے دل سخت ہی تھے اللہ کی طرف سے ہدایت کا فیصلہ نہیں تھا۔ اس لئے ایسے اعمال کی ضرورت ہے، جن سے ہمارے دل ہدایت کی طرف پھر جائیں۔

دلوں کو پھیرنے والے اعمال:

علماء کرام نے فرمایا کہ دلوں کے پھیرنے میں چند چیزوں کا بہت زیادہ کردار ہے ان سے تعلق ضروری ہے:

اول: قرآن پاک کا کردار:

دلوں کے پھیرنے میں قرآن پاک کا، اللہ کی کتاب کا بہت بڑا کردار ہے، حضرت عثمان بن مظعونؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے قرآن پاک کی یہ آیات سنیں:

’’اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ.‘‘ (النحل:۹۰)

اس آیت کے سنتے ہی میرا دل ہوا میں اڑنے لگا، میرے اوپر اثر ہو گیا اور میں کلمہ گو بن گیا، میں ایمان لے آیا۔

ایسے ہی حضرت خالد جہنیؓ کے بارے میں آتا ہے کہ میں نے طائف میں: ’’والسماء والطارق، وما ادراک ما الطارق، النجم الثاقب‘‘ سورۂ طارق سنی اس کا میرے اوپر اثر ہوا اور میں نے پوری سورۃ کو یاد کر لیا، سینے میں بسا لیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت عطا فرمادی۔

حضرت عکرمہؓ جن کا والد ابوجہل تھا، لیکن بیٹا صحابی، جب قرآن کریم پڑھتے تھے تو قرآن کریم پر گر جاتے تھے۔ ’’ھٰذ کلام ربی ھٰذ کلام ربی‘‘ یہ میرے رب کا کلام ہے، یہ میرے رب کا کلام ہے، قرآن پر گر جاتے تھے معمولی بات نہیں ہے، میرے رب کا کلام ہے، میرے رب کا کلام ہے، ھٰذا کلام ربّی، قرآن کریم پر گر جاتے، اللہ تعالیٰ کی شان ہے ابوجہل کا بیٹا تھا، اللہ پاک قادر ہے کانٹوں سے پھول پیدا کرتے ہیں، آج ہم قرآن کریم پڑھتے ہیں ہمارے دل اتنے سخت ہو گئے ہیں دلوں میں سختی آ گئی ہے کہ قرآن کریم پڑھتے ہیں ہماری آنکھوں سے آنسو نہیں نکلتا، ہمارے دین میں روحانی اور جسمانی تمام بیماریوں کا علاج ہے: ’’لکل داء دواء‘‘ تو اس کا بھی علاج ہے۔ اب یہ سوال کہ دل کی سختی کیسے جائے گی؟ جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کریں، آنکھوں سے آنسو نکلیں؟ دل نرم ہو جائیں گے، انابت والا، توبہ والا دل بن جائے گا تو توبہ کی توفیق ہو جائے گی۔

دوم: نبی علیہ السلام کی سیرت اخلاقیات کا کردار:

قرآن پاک کتاب اللہ بھی ہے، کلام اللہ بھی ہے، اللہ کا کلام اور دلوں کے پھیرنے میں قرآن پاک کا کردار ہے، ایسے ہی دلوں کو پھیرنے میں ان کی تبدیلی میں اخلاقیات کا بڑا کردار ہے۔ خاص کر جو ہمارے تبلیغ و دعوت والے احباب ہیں، جن سے اللہ پاک عالم میں دین کا کام لے رہا ہے، چار مہینے لگا لئے ہیں، سات مہینے لگا لئے ہیں، سال لگالیا ہے، دین کا کام کررہے ہیں، ان کے لئے بالخصوص اور بالعموم تمام مسلمانوں کے لئے بہت ضروری ہے، کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ نبی علیہ السلام کی خدمت میں ایک بدو آیا، اس نے کچھ مانگا، نبی علیہ السلام نے پورا بکریوں کا ریوڑ ان کو دے دیا، بہت متاثر ہوا اپنی قوم کی طرف آیا کہ جاؤ، اس نبی کے پاس اتنا دیتا ہے کہ جھولی بھر کر دیتا ہے اور اس کو اپنی غربت کا بھی احساس نہیں ہوتا، خیال نہیں ہوتا، اتنا دیتا ہے تو بہت بڑا ریوڑ اس کو دے دیا۔

نبی علیہ السلام نے ایک یہودی سے قرض لیا، نبی علیہ السلام اکثر مقروض رہتے تھے، کیوں کہ امت کو تعلیم دینی تھی آپ تو پیغمبر تھے امام الانبیاء تھے، سردار الانبیاء تھے، اللہ رب العزت نے تمام انبیاء کرام کی صفات کو، ایمانیات کو، عبادات کو، اخلاقیات کو، معاملات کو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے اندر جمع کر دیا تھا، آپ سردار الانبیاء تھے، امام الانبیا تھے تو اس یہودی نے وقت آنے سے پہلے قرض کا مطالبہ کیا اور نبی علیہ السلام سے تکرار کرنے لگا، قرض کا مطالبہ کرنے لگا، حالانکہ نبی علیہ السلام مدینہ پر حکومت کررہے تھے، امامت کررہے تھے، آپ کے کنٹرول میں تھا، مکہ فتح ہو چکا تھا، اس نے مطالبہ کیا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آئے اور اس کے ساتھ کچھ سختی کرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا کہ زیادتی کرنے کے لئے، ظلم کرنے کے لئے مجھے نہیں بھیجا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو دیکھ کر وہ متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ ہماری کتاب تورات میں آپ کے اخلاق کے بارے میں جو آیات ہیں اس کی میں کنفرمیشن کرنا چاہتا تھا کہ آیا یہ بات سچ ہے یا نہیں؟ تو یہ بات سچی ہے، متاثر ہوا، اس نے کلمہ پڑھا، ایمان لے آیا اور اپنی آدھی جائیداد (حالانکہ یہودی تو ایک ایک پیسہ ایک ایک کوڑی جمع کرتے ہیں، اور مال کی محبت میں مشغول رہتے ہیں لیکن ایمان لانے سے اس کا دل اتنا منور ہو گیا اور اس کے دل سے حبِ مال، مال کی محبت ایسے نکل گئی کہ) اپنا آدھا مال اللہ کے راستے میں دے دیا۔

سوم: نبی علیہ السلام کی صورت کا کردار:

ایسے ہی علماء کرام نے لکھا ہے کہ قلوب کے پھیرنے میں نبی علیہ السلام کی سیرت کے علاوہ صورت کا کردار ہے، ابورافعؓ کو مکہ والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی اس کا دل بدل گیا کہ یہ چہرہ اتنا روشن چہرہ، مبارک چہرہ، جھوٹے کا نہیں ہوسکتا، یہ سچا نبی ہے، کیسے نہ ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نورٌ علیٰ نور تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام مسجد نبوی میں بیٹھے ہوتے تھے اور مسکراتے تھے تو مسجد نبوی کی دیواریں منور ہو جاتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک سے ایسا نور نکلتا تھا کہ مسجد نبوی کی دیواروں پر پڑتا تھا، مسجد نبوی کی دیواریں اس نور سے منور ہو جاتی تھیں تو اندازہ لگائیں اس دل کا کیا حال ہوگا؟ اس سے کتنا نور نکلتا ہوگا؟ جس کے اوپر پورا قرآن کریم اترا اور یہ اس نور کی برکت تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دل سے نور نکل کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں پر پڑتا تھا تو ان کے دل روشن ہو جاتے تھے، منور ہو جاتے تھے، اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو زیادہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی، ایک تو اللہ پاک نے ان سے دین کا کام لینا تھا، وہ متحرک تھے، ہر وقت حرکت میں رہتے تھے جیسے جماعتوں کا آنا جانا مختلف تشکیلیں تو صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین ہر وقت تشکیل میں رہتے تھے۔

ایسے ہی عبداللہ بن سلامؓ کے بارے میں ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک پر نظر پڑتے ہی عبداللہ بن سلامؓ کا دل پھر گیا اور ان کا دل گواہی دینے لگا کہ یہ منور چہرہ، یہ روشن چہرہ جھوٹے کا نہیں ہوسکتا۔

چہارم: مواعظ کا کردار:

دلوں کے پھیرنے میں بیانات کا بھی اثر ہوتا ہے۔ ضمار بن ثعلبہؓ تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے بیان کیا، دین کی اہمیت بیان کی، وہ جنات کا اور جادو کا علاج کرتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے بیان کیا، تقریر کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان مبارک سے وہ بہت متاثر ہوا، اس کا دل پھر گیا اور

وہ ایمان لے آیا۔

پنجم: معجزات نبی علیہ السلام کا کردار:

دلوں کے پھیرنے میں معجزات نبی علیہ السلام کا بھی بہت بڑا کردار ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینکڑوں معجزات ہیں۔ معجزہ دلیل نبوت ہوتا ہے، مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ پاک نے مختلف معجزے دیئے، چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سردار الانبیاء تھے، اللہ پاک نے تمام انبیاء کے اخلاقیات اور صفات کو آپ کی ذات کے اندر جمع کر دیا تھا، اسی طریقے پہ اللہ پاک نے آپ کو جو معجزے عطا کئے تھے، سینکڑوں معجزے وہ تمام انبیاء کے معجزات سے اعلیٰ وارفع تھے، اللہ پاک نے آپ کو معجزات دیے اور ان معجزات کو دیکھ کر مختلف مواقع پہ مختلف لوگوں کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے پھیرا اور ان کو ہدایت دی، ایسے ہی کئی لوگ فتح مکہ کے انتظار میں تھے کہ مکہ فتح ہوگا مکہ فتح ہوا اور اس کے بعد جوق در جوق لوگ دین میں داخل ہوتے گئے اور ایک انقلاب آ گیا۔

نبی علیہ السلام کے معجزات میں ایک بڑا معجزہ قرآن پاک ہے، معجزہ کہتے ہیں: جس کو نبی کے علاوہ اور لوگ کرنے سے عاجز ہوں، موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ ہے، اللہ پاک نے حکم دیا کہ اے موسیٰ! تمہارے ہاتھ میں جو عصا ہے اس کو پھینک دو، اس کو ڈال دو عصا اژدھا میں تبدیل ہو گیا، عصا (لکڑی) ایک بے جان مخلوق ہے، اس میں جان نہیں ہے لیکن اللہ پاک نے اپنی قدرت سے اس لکڑی (عصا) کو جاندار مخلوق میں بدل دیا، اژدھا میں بدل دیا، یہ اللہ پاک کی قدرت ہے۔

میرا پشاور جانا ہوا وہاں اقرأ روضۃ الاطفال کا سالانہ پروگرام تھا، سینکڑوں بچوں نے قرآن پاک کو یاد کیا، مفتی خالد صاحب نے واقعات سنائے اور فرمایا کہ یہ قرآن پاک کا معجزہ ہے کہ چھ سال سے لے کر بارہ سال تک بچوں نے کس طرح قرآن کریم کو یاد کیا۔ یہ قرآن پاک کے معجزات میں سے ہے کہ چھ سال کا بچہ یا سات سال کا بچہ یا آٹھ سال کا بچہ پورے قرآن پاک کو ’’الم‘‘ سے لے کر ’’والناس‘‘ تک ازبریاد کر لیتا ہے، یہ بھی قرآن پاک کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے کلام پاک میں قرآن کو ذکر سے یاد کیا ہے: ’’انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون‘‘... کہ ہم نے ہی ذکر کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں...۔

تاریخ بتاتی ہے کہ کفار نے، منافقین نے بڑی زور آزمائی کی اور کوشش کی کہ قرآن پاک میں ردو بدل کیا جائے، لیکن وہ نہ کر سکے، کیونکہ اللہ رب العزت نے جو قدیر ہے، قدرت والا ہے اور اس کی قدرت سب پر حاوی ہے، دنیا کے قانون پر بھی حاوی ہے، اللہ رب العزت نے اپنی قدرتِ کاملہ سے قرآن پاک کو جس کو ذکر فرمایا ہے حفاظت کا وعدہ کیا ہے، قرآن کی حفاظت فرما رہے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ، وہ کلمہ گو جو اپنے بچوں کو قرآن پاک کی تلاوت کے لئے وقف کر دیتے ہیں، قرآن پاک کی برکت کی وجہ سے بچے قرآن کو یاد کر لیتے ہیں، انسان کمزور ہے لیکن یہ جو بچپن کا قرآن ہے یہ اپنا اثر چھوڑ کے رہتا ہے ضائع کبھی نہیں ہوتا، زندگی کے مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے یہ قرآن پاک ضرور اپنا رنگ دکھاتا ہے اور وہ کلمہ گو جو اپنے بچے کو فارغ کر کے قرآن پاک یاد کرنے کے لئے مدارس میں ڈالتے ہیں، ان کو اس قربانی کی برکت سے اللہ پاک بہت زیادہ نوازے گا، یہ بہت بڑی سعادت ہے، ما شاء اللہ! دل بڑا خوش ہوا، سینکڑوں بچے لائن میں کھڑے تھے، فقیر نے سب کے سروں پہ ہاتھ رکھا۔

ششم: دینی اجتماعات کا کردار

ہم نبی علیہ السلام کے امتی ہیں، ختم نبوت کے صدقے میں دین کی دعوت کا کام ہمیں ملا ہے، ہم نے اس کام کو کرنا ہے، اللہ کے راستے میں جانا ہے، اور کچھ مواقع ہوتے ہیں، دینی اجتماع کے، اجتماع میں ایمان کی منڈی لگتی ہے، بیانات ہوتے ہیں، لوگ قربانی کرتے ہیں اور اس اجتماع کے پیچھے لمبی قربانی ہوتی ہے، تشکیلوں کا جماعتوں کا حرکت میں آنا جانا، دین کی محنت کرنا وصولیاں کرنا تو ایک ماحول ہوتا ہے، اللہ کی رحمت اترتی ہے، اس رحمت کی برکت سے قلوب نرم ہوتے ہیں، دل متوجہ ہوتے ہیں، لوگوں کو ہدایت کا اِک سامان ملتا ہے، اجتماع کے ماحول میں اور یہ ایسا مبارک عمل ہے کہ صرف ترغیب سے اگر کوئی دینی اجتماع میں چلا گیا اور وہاں کے ماحول کو دیکھ کر اس رحمت کی برکت سے جو نازل ہوتی ہے، اس کا دل پھر گیا تو آپ کے اعمال نامہ میں بھی اس کا اجر لکھا جائے گا اور اس کی زندگی میں تبدیلی آ گئی۔ اس لئے یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یہ دین کی دعوت کا کام، اس کے اتنے فضائل احادیث میں شاید اسی وجہ سے آئے ہیں کہ یہ ایک فرض کی بات نہیں ہے، بلکہ اس سے انقلاب آتا ہے، دلوں میں پوری تبدیلی آتی ہے۔

☆☆......................☆☆

موجودہ سیاسی کشمکش اور اسلامی تعلیمات!

مولانا محمد الیاس گھمن

اللہ تعالیٰ عالم اسلام بالخصوص اسلامی جمہوریہ پاکستان کے حال پر رحم فرمائے۔ بہت افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑ رہی ہے کہ موجودہ سیاسی کشمکش میں دانستہ یا نادانستہ طور پر اسلامی تہذیب اور مشرقی روایات کو بری طرح فراموش کیا جا رہا ہے۔ حالات اس موڑ پر آ چکے ہیں کہ سیاسی قائدین سے لے کر کارکنان تک (سوائے چند ایک کے) سب کے سب نفرت، دشمنی، الزام تراشی، بہتان بازی، گالم گلوچ، ہتک عزت پر اتر آئے ہیں۔ عدم برداشت کے ماحول نے علاقائی بلکہ گھریلو نظام زندگی کو تباہ کر دیا ہے۔ ایسے حالات میں ضروری ہے کہ اہلیان پاکستان کے سامنے اس حوالے سے چند اسلامی تعلیمات کو پیش کیا جائے تاکہ انہیں اپنے رویوں کی اصلاح کا موقع ملے۔ اس میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے کہ آپ کو جو سیاسی پارٹی اسلام اور آئین پاکستان کے حق میں مخلص اور وفادار نظر آتی ہے آپ اس کا کھل کر ساتھ دیں۔ یہ آپ کا جمہوری حق ہے، لیکن چند باتوں کا بطور خاص خیال کریں۔

ذاتیات نہیں نظریات:

سب سے بنیادی اور اصولی بات یہ ہے کہ سیاست کے میدان میں صحیح دلائل کی بنیاد پر اختلاف کا مدار کسی کی ذات کے بجائے اس کے سیاسی نظریات کو بنانا چاہیے۔ اگر آپ کسی سیاسی لیڈر کے نظریات کو اسلام اور آئین پاکستان کے موافق سمجھتے ہیں تو اس کا ساتھ دیں اور اگر اسلام اور آئین پاکستان کے مخالف سمجھتے ہیں یا اس کی سیاسی پالیسیوں کو ملک کے حق میں مفید کے بجائے نقصان دہ سمجھتے ہیں تو ہرگز اس کا ساتھ نہ دیں۔ یہ آپ کی دیانت پر منحصر ہے کہ کس کو اسلام اور آئین پاکستان کے حق میں مفید سمجھتے ہیں اور کس کو مفید نہیں سمجھتے۔

پردہ پوشی کریں:

موجودہ سیاسی کشمکش میں اپنی حریف سیاسی پارٹی کے قائدین و کارکنان میں سے کسی کے ذاتی عیوب اور اخلاقی کمزوریوں کو نہ اچھالیں بلکہ اگر کسی مسلمان بھائی کا ذاتی عیب نظر بھی آئے تو اسے لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے کے بجائے چھپائیں۔ یہ اتنا عظیم کام ہے کہ اللہ کریم اس کے بدلے قیامت کے دن انسان کے اپنے گناہ لوگوں سے چھپا لیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب کو چھپائے گا (اسے ذلت و رسوائی سے بچائے گا) تو اللہ کریم روز قیامت اس کے گناہوں کو چھپا لیں گے۔“

(صحیح مسلم، رقم الحدیث 4692)

پردہ دری سے بچیں:

اس کا دوسرا پہلو بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ اگر کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے ذاتی عیوب کی پردہ دری کرتا ہے جیسا کہ آج کل سیاسی میٹنگز، سیمینارز، جلسے جلسوں اور پریس کانفرنسوں میں ہو رہا ہے یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس دنیا میں گھر بیٹھے انسان کو رسوا فرما دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جو کسی دوسرے کی ”پردہ پوشی“ کرتا ہے اللہ قیامت کے دن اس کے عیوب اور گناہوں کو چھپا لیں گے اور جو شخص لوگوں کی ”پردہ دری“ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو گھر بیٹھے ذلیل اور رسوا کر دیتا ہے۔“

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث 2546)

سچ بولیں، جھوٹ سے بچیں:

سیاسی کشمکش کے اس ماحول میں سب سے زیادہ سچ اور جھوٹ کے فرق کو جان بوجھ کر ختم کیا جا رہا ہے حالانکہ سچ بولنا، سچ کا ساتھ دینا بہت بڑی نیکی اور مومن کی شان ہے جبکہ جھوٹ بولنا اور جھوٹ کا ساتھ دینا گناہ ہے اس سے بچنا اور رکنا ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا:

’’سچائی ایسا عمل ہے جو نیکی کی راہ پر چلاتا ہے اور نیکی والا راستہ سیدھا جنت جاتا ہے اور بے شک آدمی سچ بولتا رہتا ہے بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ’’صدیق‘‘ بن جاتا ہے۔ اور جھوٹ ایسا عمل ہے جو برائی کی راہ پر چلاتا ہے اور برائی والا راستہ سیدھا جہنم جاتا ہے اور بے شک جب کوئی آدمی جھوٹ کی عادت ڈال لیتا ہے وہ جھوٹ بولتا رہتا ہے بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔‘‘ (صحیح مسلم، رقم الحدیث 6803)

تمسخر، طعنہ زنی اور برے القاب سے بچیں:

موجودہ سیاسی کشمکش میں قائدین و کارکنان ایک دوسرے کا تمسخر اڑا رہے ہیں، طعنہ زنی کر رہے ہیں اور ایک دوسروں کو برے القابات دے رہے ہیں، یہ انتہائی گھٹیا پن ہے۔ قرآن کریم نے اس سے سختی سے روکا ہے اور ساتھ میں دعوت فکر بھی دی ہے کہ جس مسلمان سے تم تمسخر کر رہے ہو، ہوسکتا ہے کہ وہ تم سے بہتر ہو۔ اسی طرح طعنہ زنی سے بھی روکا ہے اور برے القابات سے منع فرمایا ہے۔ ہم سب سے پہلے مسلمان ہیں بعد میں ہم کسی سیاسی جماعت کے افراد ہیں۔ لہٰذا پارٹی کی وجہ سے اپنی زندگی کو کبیرہ گناہوں میں تباہ نہیں کرنا چاہیے۔

مفہوم آیت: ’’اے ایمان والو! نہ تو مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ (جن کا مذاق اڑا رہے ہیں) خود ان سے بہتر ہوں اور نہ دوسری عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ (جن کا مذاق اڑا رہی ہیں) خود ان سے بہتر ہوں اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا بہت بری بات ہے، اور جو لوگ ان باتوں سے باز نہ آئیں تو وہ ظالم لوگ ہیں۔‘‘ (الحجرات:11)

بدگمانی اور غیبت سے بچیں:

سیاسی کشمکش میں بدگمانی (بلکہ بدزبانی)، عیب جوئی اور سیاسی حریفوں کی غیبت کرنا محبوب مشغلہ سمجھا جاتا ہے۔ ہر گلی محلے میں سیاسی تبصرے و تجزیے ہو رہے ہیں، جن میں مذکورہ گناہ عام پائے جاتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم ان سے منع کرتا ہے۔

مفہوم آیت: ’’اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، اور کسی (کے عیب) کی ٹوہ میں نہ لگو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو خود تم نفرت کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، بہت مہربان ہے۔‘‘

(الحجرات:12)

لڑائی کے بجائے صلح کریں:

سیاسی کشمکش میں ہر دوسرے گھر میں لڑائی جھگڑا پایا جا رہا ہے، رشتہ داروں سے بول چال ختم ہو رہی ہے، دوستی؛ دشمنی میں بدل رہی ہے، دوریاں بڑھ رہی ہیں۔ نفرتیں عام ہو رہی ہیں اور صلح کے دروازے بند ہوتے چلے جا رہے ہیں حالانکہ قرآن کریم نے اہل ایمان کو آپس میں بھائی بھائی قرار دے کر ان کے درمیان صلح کرانے کا حکم دیا ہے۔

مفہوم آیت: ’’حقیقت تو یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، اس لیے اپنے دو بھائیوں کے درمیان تعلقات اچھے بناؤ، اور اللہ سے ڈرو تاکہ تمہارے ساتھ رحمت کا معاملہ کیا جائے۔‘‘ (الحجرات:10)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی چیز کے بارے میں نہ بتاؤں جو درجہ میں نفلی (روزے) نفلی (نماز اور) نفلی (صدقے سے بھی) زیادہ فضیلت والی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ضرور بتائیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’وہ لوگوں کے درمیان ’’صلح صفائی‘‘ کرانا ہے۔ اس لئے کہ باہمی ناچاقی اور پھوٹ دین کو ختم کرنے والی چیز ہے۔‘‘

(جامع الترمذی، رقم الحدیث 2433)

سیاسی قائدین کی ذمہ داریاں:

سیاسی کشمکش کے اس نقصان دہ ماحول میں سب سے بڑی ذمہ داری پارٹیوں کے قائدین پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی پارٹی سے وابستہ افراد کی ذہن سازی کریں، انہیں اسلامی تعلیمات اور آئین پاکستان کا وفادار بننے کا درس دیں۔ اپنے سیاسی مفادات کی خاطر کارکنان کی اسلامی تہذیب اور اخلاقی اقدار کو داؤ پر نہ لگائیں۔ اپنے ہر کارکن کو اسلام اور آئین پاکستان کا وفادار بنانے اور اچھے اخلاق کا حامل مہذب شہری بنانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ کارکنان کو جذباتی بنا کر ملک میں افراتفری نہ مچائیں۔ پُرامن احتجاج آپ کا حق ہے لیکن اس کی آڑ میں

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

رسول اللہ ﷺ کے کام پر ایک نظر!

ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم

دنیا میں لا تعداد مذاہب ہیں، ان میں کئی توحید پرستی پر مبنی ہیں۔ متعدد مذاہب کے پیروکاروں کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ ممکن ہے اسلام اپنے پیروکاروں کی تعداد کے اعتبار سے سب سے بڑا مذہب نہ ہو، مگر یہ ایک زندہ اور فروغ پذیر مذہب ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب اور لادینی عناصر اس کے خلاف مصروفِ عمل ہیں؛ کیونکہ یہ ایک آفاقی دین ہے اور کسی خطّے یا نسل تک محدود نہیں۔ اسلام میں کسی بھی قومیت میں سرایت کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے؛ تاہم ہمارا موضوع اسلام نہیں؛ بلکہ اس عظیم دین کا داعی ہے۔

ادیان کی تاریخ عالم میں یہ کلیہ ہے کہ ہر شخص اپنے مذہب کے بانی کی زندگی اور جدوجہد کے بارے میں بہت کم جانتا ہے۔ اللہ کے ان برگزیدہ بندوں کو اپنی دنیاوی زندگی کے دوران زیادہ کامیابی نصیب نہیں ہوئی، ان کے لائے ہوئے دین کو ان کی موت کے بعد ہی وسعت ملی اور ترقی حاصل ہوئی۔ ادیان کے ان بانی حضرات کی تعلیمات اپنی اصل شکل میں نہیں؛ بلکہ جستہ جستہ ہم تک پہنچی ہیں۔ ان مذاہب کے پیروکاروں نے تاریخ کے عمل کے دوران اپنے ادیان کو وقت کے تقاضوں کے مطابق بنانے کے زعم میں ان کے اصولوں اور عملی پہلوؤں میں کئی تبدیلیاں کر دیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قاعدہ کے تمام اصول وضوابط میں ایک استثنا ہیں۔ ان کی زندگی کے بارے میں آنکھوں دیکھے احوال پر جلدوں کی جلدیں موجود ہیں جن میں ان کی پوری زندگی کے ایک ایک لمحے کی تفصیل درج ہے۔ ان کے ذاتی اعمال، ان کے دور اور معاشرہ کی ذرا ذرا سی تفصیل بھی بیان کر دی گئی ہے۔ رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں ہی عظیم ترین کامیابی سے ہم کنار ہوئے۔ جب حجۃ الوداع کے موقع پر انہوں نے ایک لاکھ چالیس ہزار سے زائد مسلمانوں کے عظیم اجتماع سے خطاب کیا جو مختلف علاقوں سے حج کا فریضہ ادا کرنے مکہ معظّمہ آئے تھے، ان سے کئی گنا مسلمان اپنے گھروں میں موجود تھے؛ کیونکہ مسلمانوں پر ہر سال حج کرنا فرض نہیں۔ نہ ہی ان پر یہ فرض تھا کہ وہ کسی خاص سال کے موقع پر ضرور ہی حج کعبہ کو جائیں۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی اسلام کو زبردست کامیابی نصیب ہوئی؛ مگر اسلام کے داعی کی زندگی میں ان کی تعلیمات کو جو کامیابی حاصل ہوئی، تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ جہاں تک رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا تعلق ہے قرآنِ حکیم لفظ بلفظ ہم تک پہنچا ہے۔ اس کی زبان وہی ہے جس میں وہ نازل ہوا تھا اور یہ جس انداز میں ہم تک آیا ہے وہ قابلِ اعتماد ہے۔ چودہ صدیاں گزر گئیں، اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش یا دنیا میں کسی اور جگہ قرآن میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کی ضرورت کسی نے محسوس نہیں کی۔ ہم جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز ادا کرتے تھے، روزہ کیسے رکھتے تھے، اور انھوں نے حج کس انداز میں کیا تھا؛ چنانچہ تمام مسلمان آج بھی ان روحانی فرائض کو عین اسی طرح انجام دیتے ہیں جس طرح رسولِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے انجام دیے تھے۔ دوسرے متعدد مذاہب کے پیروکاروں کی طرح ایسے مسلمانوں کی بھی کمی نہیں جو اپنے دین پر عمل نہیں کرتے؛ بلکہ بعض تو محض نام کے مسلمان ہیں۔ اس کے باوجود کسی مسلمان نے خواہ وہ محض نام کا مسلمان ہی کیوں نہ ہو دینِ اسلام کو وقت کے تقاضوں کے مطابق بنانے کے لیے اس میں ترمیم وتنسیخ کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ خود ہمارے دور میں تمام مذاہب میں اصلاح کی تحریکیں سرگرمِ عمل ہیں؛ مگر یہ عجیب بات ہے کہ دوسرے مذاہب کو تو جدید دَور کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے قابل بنانے کے لیے ان میں ترمیم وتنسیخ کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے؛ مگر مسلم مصلحین بیک زبان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل تعلیمات کی طرف رجوع کی تلقین کررہے ہیں۔ کسی مذہب کے بانی کو اس سے بڑا خراجِ عقیدت بھلا اور کیا ہوسکتا ہے کہ اس کی تعلیمات آج بھی زندہ ومتحرک ہیں اور ان میں ذرہ برابر

تبدیلی کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی جارہی۔

دنیا کی مختلف زبانوں میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح پر ہزاروں کتب موجود ہیں۔ ان کے مصنفوں میں اسلام کے دوست اور دشمن سبھی شامل ہیں۔ تمام مصنف خواہ وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کریں یا محض اس بات پر ناپسند کریں کہ ان مصنفوں کا تعلق اسلام کے مخالف مذاہب سے ہے، اِس بات پر متفق ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم انسان تھے۔ جن مصنفوں نے جان بوجھ کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور تعلیمات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے--- اور ایسے مصنفوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے --- دراصل وہ بھی انھیں بالواسطہ طور پر خراجِ عقیدت پیش کررہے ہیں۔ وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو مسخ کر کے پیش کرتے ہیں؛ کیونکہ وہ اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ اگر انہوں نے اسلام کی صحیح تصویر پیش کردی تو ان کے ہم مذہب ''گمراہ'' ہوجائیں گے جنہیں وہ قبولِ اسلام سے روکنے کے لیے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بے سروپا کہانیاں گھڑ کر سناتے رہتے ہیں، اس طرح کی ذہنی بددیانتی آج بھی جاری ہے۔ یہ بات تحیر خیز ہے کہ جدید مغرب کے زبردست مادی اور دوسرے وسائل کے باوجود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے خلاف پروپیگنڈہ کوئی نتائج پیدا کرنے میں ناکام رہا ہے، جن کی توقع اتنی بڑی تعداد میں کتابوں کی اشاعت، ریڈیو، ٹی وی نشریات اور فلموں کی نمائش کے بعد کی جاسکتی ہے۔

ہم نہیں جانتے کہ جتنے وسائل عیسائی مشنریوں اور کمیونسٹوں کو حاصل ہیں، اگر اسلام اتنے ہی وسائل سے بہرہ ور ہوتا تو دنیا کا رخ کیا ہوتا؛ لیکن اس کے باوجود یہ ایک عیاں حقیقت ہے کہ مسیحی اور کمیونسٹ مغرب دونوں میں اسلام نہایت تیزی سے پھیل رہا ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد تیس سال کے دوران انگلستان میں کوئی ایک سو سے زاید مساجد تعمیر ہوئی ہیں۔ جرمنی اور فرانس بھی اس میدان میں انگلستان سے پیچھے نہیں۔ امریکی سفید فاموں میں بھی قبولِ اسلام کے واقعات کی کمی نہیں۔ چنانچہ اسلام کو گلے لگانے والوں میں سفرا، پروفیسر اور دیگر معزز پیشوں سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہیں۔ یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں کہ ہر سال سیکڑوں سیّاح استنبول میں مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں، جہاں اناطولیہ کی نسبت مذہبی جوش وخروش زیادہ نہیں ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ان کا رشتہ زندگی کے ہر شعبہ سے قائم ہے۔ وہ محض مافوق الطبعیات عقاید تک محدود نہیں۔ وہ انسان کی روحانی زندگی کے ساتھ ساتھ دنیوی زندگی کے لیے بھی اصول وقواعد بیان کرتے ہیں؛ حتی کہ سیاسیات بھی ان کی تعلیمات کے دائرہ سے باہر نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام انسان کی پوری زندگی کی تعمیر میں مدد دیتا ہے۔ دوسرے مذاہب کی طرح محض روحانی پہلو پر نظر نہیں رکھتا اور نہ ہی سیاست کو محض حکمرانوں کے رحم وکرم پر چھوڑتا ہے۔

ہم بہ آسانی کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کے پیروکاروں کی زندگی اور ذاتی رویّہ پر دینِ اسلام کے اثرات دوسرے مذاہب کی نسبت نہایت گہرے ہیں۔ یہ مذاہب آفاقیت کے دعویدار تو ہیں، مگر وہ اپنے پیروکاروں میں نسل اور رنگ کا تعصب تک ختم کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ میں نے ۱۹۳۲ء میں انگلستان کی ایک مسجد میں ایک انگریز موذّن دیکھا۔ اس نے بڑے فخر سے اپنا نام بلال رکھا ہوا تھا جو پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے حبشی نژاد موذّن کا نام بھی تھا۔ یہ کتنی نرالی بات ہے کہ فِن لینڈ کے ایک شخص عقیل نے جو سویڈن میں آباد ہے محض مطالعہ کے بعد اسلام قبول کرلیا؛ حالانکہ قبل ازیں کسی مسلمان سے اس کا تعارف تک نہ تھا۔ پھر فرانسیسی نژاد گینن کو بھی اس نے مشرف بہ

''اللہ تعالیٰ کی تعریف''

بزبانِ سیدنا امام حسین ابن علی سلام اللہ تعالیٰ علیہما

''جس کے مذہب کی بنیاد وہم وقیاس پر ہوگی وہ عمر بھر مشکوک، کج رو، گم راہ، غلط گو رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف جیسی اس نے خود کی ہے یہ ہے کہ وہ حواس سے ادراک نہیں کیا جاسکتا۔ وہ قریب ہے مگر متصل نہیں۔ دور ہے، اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ وہ اپنی نشانیوں سے پہچانا جاتا ہے۔ علامات سے دریافت کیا جاتا ہے۔ اس کی ذات کے سوا اور کوئی عبادت کیے جانے کے لائق نہیں ہے۔ وہ بزرگ ہے، سب سے بلند ہے۔'' (ابن عساکر، بحوالہ: ''شہید کربلا'' المعروف ''فاطمہؓ کا چاند'')

المرسل: مولوی محمد قاسم، کراچی

اسلام کیا۔ گینن کے پیروکار فرانس، سوئزرلینڈ اور دوسرے علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور سینکڑوں افراد کو حلقۂ اسلام میں داخل کر چکے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مغرب والوں کو صرف فخرالدین رازیؒ نے ہی نہیں، محی الدین ابن عربیؒ نے بھی زبردست متاثر کیا ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ کافر ہلاکو خاں نے عالمِ اسلام کو فتح کرلیا اور عباسیوں کے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی؛ مگر چند درویشوں نے اس کے پوتے غزن خاں کو مشرف بہ اسلام کیا اور عالمِ اسلام کو تباہ وبرباد کرنے والوں کو اسلام کا عظیم علمبردار بنا کر رکھ دیا۔

اگر دیگر مذاہب کے بانیوں نے ایک دوسرے پر بعض انسانی خوبیوں میں سبقت حاصل کی ہے تو پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے شعبوں میں فضیلت حاصل کی ہے کہ طالب علم حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ وہ ایک عظیم اور جامع صفات قانون ساز تھے جنہوں نے تمام قانونی سوالات کے جواب میں قواعد مرتب کیے ہیں۔ وہ بہت بڑے منتظم تھے جنہوں نے مشتِ خاک سے ایک عظیم مملکت قایم کی۔ وہ خود اس کے منتظم اعلیٰ تھے۔ انہوں نے فوجوں کی کمان کی اور بسا اوقات اپنی رضا کار فوج سے تین سے پندرہ گنا بڑی فوج تک کو شکست فاش دی۔ ان کی اخلاقی تعلیمات پُرمغز ہیں اور ان تعلیمات کو محض مثالی؛ مگر نا قابلِ عمل بنانے کے لیے کسی مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اگر کوئی تمھارے دائیں گال پر چپت رسید کرے تو بایاں گال بھی اس کے آگے کردو؛ بلکہ وہ کہتے ہیں ”اگر تم ادلے کا بدلہ لو تو یہ بالکل درست اور جائز ہے؛ لیکن اگر تم معاف کردو تو یہ اللہ کے نزدیک مستحسن ہے۔“ یوں ان کی تعلیمات عام آدمی کے لیے بھی اسی طرح قابلِ عمل ہیں جس طرح کسی ولی، رشی یا منی کے لیے۔ یہ تعلیمات عام آدمی کو ارتکابِ گناہ سے روکتی ہیں اور اسے معقول حدود کے اندر رکھتی ہیں۔

ان کی مذہبی تعلیمات کے مطابق ”بندہ خدا کا اور خدا بندے کا ہے۔“ یوں انہوں نے خدا اور بندے کے درمیان براہِ راست رابطہ قائم کرادیا ہے۔ خدا اور بندے کے درمیان کسی واسطے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی یہ کسی کی اجارہ داری ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں خدا کی وحدانیت، اس کی لاتعداد صفات اپنی مخلوق کے لیے اس کی محبت اور رحم کا کوئی اور مذہب ثانی پیش نہیں کرسکتا۔ اسلام میں خدا ”رب العالمین“ ہے۔ وہ ودود (محبت کرنے والا) ہے، رحیم (رحم کرنے والا) اور غفور (معاف کرنے والا) ہے۔ وہ قیامت کو سزا دینے میں حق بجانب ہے؛ مگر اس کی رحمت اس کے غضب سے سوا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نسلِ انسانی کو تمام اخلاق سکھایا اور جب وہ مطمئن ہو گئے کہ انہوں نے اپنا مشکل ترین مشن بحسن وخوبی تمام کردیا ہے تو انہوں نے اس کی بلند رفاقت کو ترجیح دی۔ (مع الرفیق الاعلیٰ)

اللّٰھم صل علیٰ سیّدنا محمد وعلیٰ اٰل سیدنا محمد واصحاب سیدنا محمد وبارک وسلّم وصل علیه.

☆☆..............☆☆

بقیہ:...... موجودہ سیاسی کشمکش اور اسلامی تعلیمات

خون خرابے نہ کرائیں۔ وطن عزیز اس کا بالکل متحمل نہیں ہے۔

سیاسی کارکنان کی ذمہ داریاں:

اس کے بعد سیاسی شعور رکھنے والے کارکنان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ خوب سمجھ داری سے کام لیں، حقائق کو دیکھیں، پارٹی دستور کو پڑھیں، اپنے لیڈر کی پالیسیوں کو اچھی طرح جانچیں پرکھیں اگر وہ واقعی اسلام اور آئین پاکستان کے حق میں مفید ہیں تو دیانت داری کے ساتھ اس کا ساتھ دیں اور اگر حقائق اس کے برعکس ہوں تو جرم کا ساتھ دینے کے بجائے حق کا ساتھ دیں۔

صحافی برادری کی ذمہ داریاں:

آخر میں اپنی صحافی برادری کی خدمت میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ آپ غیر جانبدار ہوکر دیانت کے ساتھ اپنی پیشہ وارانہ خدمات سرانجام دیں۔ صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح قرار دینے کے جرم سے باز رہیں۔ ملک میں پھیلی ہوئی انارکی کو کم کرنے کی کوشش کریں، اسے مزید بڑھاوا نہ دیں۔ مختلف پارٹیوں کی ترجمان شخصیات کو آپس میں نہ لڑائیں۔ پوری اسلامی دنیا کی نظریں پاکستان پر لگی ہوئی ہیں، عالمی دنیا کے سامنے اسے مذاق نہ بنائیں، ایسی تصویر پیش نہ کریں، جس سے عالم اسلام کی امیدیں ٹوٹنا شروع ہو جائیں۔ اپنے ملک کی مثبت تصویر دنیا کے سامنے پیش کریں۔ یہ ملک ہم سب کا ہے، اسی کی بقا اور استحکام میں ہماری بقا اور استحکام ہے۔ اللہ کریم ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

اسلام اور تعمیرِ شخصیت

مولانا محمد اللہ خلیلی قاسمی

اسلام سے پہلے کے عرب کی تاریخ جو کچھ دستیاب ہے، اس سے عرب کی مجموعی سیاسی وسماجی اور اخلاقی ومعاشرتی صورت حال کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں۔ اس وقت کی ترقی یافتہ قومیں عربوں کونہایت جاہل، اجڈ اور گنوار سمجھتی تھیں۔ شام ویمن کے کچھ شمالی وجنوبی علاقوں کو چھوڑ کر پورا جزیرہ نمائے عرب کا صحرائی علاقہ دنیا کے فاتحین وحکمرانوں کے لیے کوئی کشش نہیں رکھتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ پوری معلوم تاریخ میں عرب کے علاقہ میں نہ کوئی باقاعدہ سیاسی نظام قائم ہوا اور نہ کسی سیاسی طاقت نے عربوں کو اپنے زیرنگیں رکھنے کی کوشش کی۔

شاید عرب وہ قوم تھی جسے اللہ نے تکوینی طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ عرب کے سنگلاخ اور صحرائی علاقوں میں آباد کرایا اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی علَم برداری کے لیے ان کو تیار کیا۔ یہی وجہ رہی کہ وہ فطری ماحول میں پرورش پاتے رہے اور ان کے اندر فطری صلاحتیں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ نہ کسی سیاسی نظام نے ان کو متاثر کیا اور نہ کسی ثقافتی یلغار نے ان کی فطری صلاحیتوں کو گدلا کیا۔

عرب اپنے قدرتی اور فطری انداز میں زندگی گزار رہے تھے۔ ان کی اس فطری اور آزاد زندگی میں جہاں کچھ قدرتی حسن موجود تھا، ان کے اندر شجاعت و بہادری، جرأت و بے باکی، سخاوت و فیاضی، غیرت وحمیت اور فصاحت و بلاغت، جیسے اوصاف موجود تھے، وہیں ان کے اندر اخلاق وکردار کی بہت ساری برائیاں بھی پیدا ہوگئی تھیں۔ ان کی شجاعت و بہادری کو صحیح رخ نہ

> اسلام کی پوری تاریخ عبقری شخصیات سے پُر ہے۔ علم واخلاق، فکر وفلسفہ اور سیاست وحکومت کے ہر میدان میں ایسی بے شمار عالمی شخصیات پیدا ہوئیں جن کی نظیر کسی اور مذہب میں مل ہی نہیں سکتی

ملنے سے ان کے اندر بے جا قتل وقتال، خانہ جنگی اور قبائلی عصبیت کی قباحتیں پیدا ہوگئی تھیں۔ ایسی ہی قبائلی عصبیت کی خونیں لڑائیاں بہت ہی معمولی باتوں پر چھڑ جاتی تھیں اور پشتہا پشت چلتی تھیں۔ حرب بسوس، حرب داحس اور حرب بعاث وغیرہ جیسی تقریباً سوا سو مشہور جنگوں میں ایسی کوئی جنگ نہیں ملتی جو کسی معقول اور اہم سبب کی بناء پر شروع ہوئی ہو۔

عربوں میں بے جا غیرت وحمیت کی وجہ سے بعض قبائل میں لڑکیوں کے قتل اور زندہ درگور کرنے کی وبا درآئی تھی۔ فصاحت و بلاغت کی اعلیٰ صلاحیت کو کسی تعمیری واخلاقی پہلو میں استعمال کرنے کے بجائے وہ باہمی قبائلی منافست اور فخر وریا حتی کہ جنگ و جدال میں صرف کیا کرتے تھے۔ ان کی شعروشاعری کی ساری توانائیاں فخر و مباہات میں صرف ہورہی تھیں۔ زبان و بیان کی ساری زورآزمائی کا محور ذاتی وقبائلی بڑائی تھا۔ ان کی نگاہوں کے سامنے ان کی ساری زندگی کا کوئی بڑا تعمیری مقصد نظر نہیں آتا جس کے لیے وہ اپنی فطری اعلیٰ صلاحیتوں کو استعمال کرتے۔ فطری اور آزاد ماحول میں پرورش کی وجہ سے ان کے اندر اطاعت حق کا جوہر موجود تھا، لیکن ملت براہیمی کے صحیح خدوخال کے مٹ جانے کی وجہ سے ان کے اندر شرک و بت پرستی سرایت کرگئی تھی، یہی ان کی سب سے بڑی بیماری بن گئی۔ شرک ومظاہر پرستی نے ان کی قوت فکری کو مفلوج کرکے رکھ دیا اور وہ اپنے نفس اور قبیلہ سے اوپر اٹھ کر کچھ اور سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہ گئے تھے۔

اسلام کی کردارسازی اور تعمیر شخصیت:

اسلام نے سب سے پہلے عربوں کی اسی

کمزوری کو نشانہ بنایا۔ شرک و بت پرستی کو سب سے بڑا جرم قرار دیا گیا اور توحید کو تمام نیکیوں اور اچھائیوں کی اساس قرار دیا گیا۔ توحید سے عربوں کے فکری جمود کا پتھر چکنا چور ہو گیا۔ اسلام کی دعوت توحید نے عربوں کے بے جان لاشہ میں حرکت و اضطراب اور جہد و عمل کی خوشگوار روح پھونک دی، جس سے ان کی خوابیدہ صلاحیتوں میں زندگی کی توانائیاں دوڑ گئیں۔ اس طرح اسلام نے عربوں کو خواب غفلت سے بیدار کر کے مردم سازی کی بے نظیر تاریخ پیش کی۔ اس نے غلاموں کو شہنشاہ، بوریہ نشینوں کو حاکم و مدبر اور وحشیوں کو اعلیٰ ترین تہذیب وتمدن کا علم بردار بنا دیا۔

عربوں میں بہت سی ایسی قابل قدر صفات موجود تھیں، جن کا وہ صحیح استعمال نہیں کرتے تھے۔ وہ جنگ جو واقع ہوئے تھے، ان کی صحرائی اور غیر تمدنی زندگی کا تقاضہ بھی یہی تھا۔ جنگ ان کے لیے ایک ضرورت سے زیادہ تفریح اور دل بستگی کا سامان تھی۔ بہادری ان کے محل سرا کی کنیز تھی؛ لیکن وہ جنگ کا غلط استعمال کرتے تھے، قبیلہ اور وطن کے نام پر لڑتے تھے۔ اسلام نے انھیں اعلاءِ کلمۃ اللہ اور اشاعتِ حق کے جذبہ سے لڑنے کا سبق دیا۔

وہ نہایت حق گو، بے باک، فیاض، تیز فہم اور عہد کے پکے تھے؛ مگر ان کے یہ اوصاف حمیدہ غلط رخ پر محوسفر تھے۔ قرآن نے آ کر ان کی خرابیوں کو اچھائیوں سے بدل دیا اور اچھی صفات کو صحیح سمت پر ڈال دیا۔ اسلام نے اس طرح ان کو متحرک کیا کہ وہ دنیا کے اندھیروں کو ختم کرنے والے اور ہر طرف اجالا پھیلانے والے بن گئے، ان سے لوگوں کو رہ نمائی ملی۔ یہ اسلامی انقلاب کا تعمیری مرحلہ تھا۔

ان کی زندگی کا کوئی مقصد اور مطمح نظر نہ تھا۔ عربوں نے قرآن پڑھ کر اس میں عظیم ترین سچائی کو پالیا۔ قرآن نے ان کے سامنے اعلیٰ مقصد آخرت کو پیش کیا؛ چنانچہ وہ ان کے لیے حقائق کی دریافت کا ذریعہ بن گیا۔ اسلام نے ان کے ذہن کے بند دروازوں کو کھول دیا۔ ان کے سینوں میں حوصلوں کے چشمے جاری کر دیئے۔ اسلام نے ان کی سوچ کی سطح کو بدل دیا اور اسی کے ساتھ کردار و عمل کے معیار کو بھی اونچا کر دیا۔ اہل ایمان کو اسلام کا عطا کردہ مقصدِ حیات اتنا عظیم تھا کہ اس کی حد کہیں ختم نہیں ہوئی؛ اس لیے ان کی ذات سے ایسے کارنامے ظاہر ہوئے جو کسی حد پر بھی رکنا نہیں جانتے تھے۔ اسلام نے ان کے ذہن کو جگا کر اس کے اندر سوچ کی بے پناہ محبت بھر دی۔

اسلام کی معجزاتی تاثیر نے ہی اخلاق و اقدار سے بیگانہ عرب قوم کو تہذیب اور اعلیٰ اخلاق کا آئیڈیل بنا دیا۔ درس گاہ قرآنی کے اولین فضلاء یعنی صحابہؓ دین واخلاق اور سیاست وقوت کے مکمل پیکر تھے۔ ان میں انسانیت کی اپنے تمام گوشوں، شعبوں اور محاسن کے ساتھ نمود تھی۔ ان کی اعلیٰ روحانی تربیت، بے مثال اعتدال، غیر معمولی جامعیت اور وسیع عقل کی بنا پر ان کے لیے ممکن ہوا کہ وہ انسانی گروہ کی بہتر طور پر اخلاقی اور روحانی قیادت کر سکیں۔ ان کے اعلیٰ اخلاقی نمونے معیار کا کام دیتے تھے اور ان کی اخلاقی تعلیمات عام زندگی اور نظام حکومت کے لیے میزان کا درجہ رکھتی تھیں۔ ان میں فرد و جماعت کا تعلق حیرت انگیز طور پر روادارانہ اور برادرانہ تھا۔ وہ ایک معیاری دور تھا جس میں عدل وانصاف، صدق وسادگی، خلوص ووفا اور محبت والفت کی خوشگوار ہوائیں چلتی تھیں۔ اس سے زیادہ ترقی یافتہ دور کا انسان خواب نہیں دیکھ سکتا اور اس سے زیادہ مبارک وپُر بہار زمانہ فرض نہیں کیا جا سکتا۔

حضرات صحابۂ کرامؓ کے حیرت انگیز انقلابی کارنامے:

یہ اسلام کے عظیم الشان انقلابی پیغام کا کرشمہ تھا کہ صحابۂ کرامؓ کا ایک ایسا منتخب طبقہ دنیا میں پیدا ہوا جن کی نظیر روئے زمین پر کبھی موجود نہیں رہی۔ تمام انبیا ورسل اور فلاسفہ ومفکرین میں یہ فخر صرف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ دیگر بڑے بڑے انبیا و رسل اور فلاسفہ و مفکرین کو اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملا۔ تعداد کے اعتبار سے دنیا کے سب سے بڑے مذہب عیسائیت کے راہنما حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو صرف چند حواری ملے، ان میں ایک ایسا بھی تھا جس نے دشمنوں سے خود ان کی مخبری کر دی اور عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق ان کو صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب بنو اسرائیل نے میدان جنگ میں انھیں ٹکا سا جواب دیدیا کہ تم اور تمہارا خدا جاؤ اور لڑو، اور ہم یہیں بیٹھے ہیں۔

اس کے برعکس اسلام کی بے مثال انقلابی تعلیمات سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے جاں نثار پیروکاروں کی ایک جماعت میسر ہوئی جس نے آپ سے محبت وتعلق کا حق ادا کیا اور آپ کے مشن کو آگے بڑھایا۔ حضرات صحابہ کے اندر وہ تمام صفات وکمالات بدرجہ اتم پیدا ہوئیں جن کی اس مشن کی تکمیل کے لیے ضرورت تھی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو جو قوم میسر آئی وہ جانبازی وجاں نثاری، قدسی صفات، اعلیٰ انسانی اخلاق، بلند کرداری اور شاندار فطری صلاحیتوں میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھی۔ پوری انسانی تاریخ میں ایسی عظیم الشان جماعت روئے زمین پر نہیں پائی گئی، اپنی تعداد کے اعتبار سے بھی اور اپنی گوناگوں خوبیوں اور خصوصیات کے اعتبار سے بھی۔ تاریخ عرب کا مشہور مصنف پروفیسر فلپ کے حتی (Philip K Hitti) اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے انتقال کے بعد عرب کی بنجر زمین گویا جادو کے ذریعہ ہیروؤں کی نرسری میں تبدیل ہوگئی۔ ایسے ہیرو کہ اتنی تعداد اور ان جیسی صفات کا حامل کہیں اور پایا جانا بہت مشکل ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

"After the death of the Prophet,the sterile Arabia seems to have been convertedas if by magic into anursery of heroes the like of whom both innumber and quality is hard tofind any where."

(Philip K Hitti, History of Arabs: 142)

حضرات صحابہ کی جاہلیت اور اسلام کی زندگی پر اگر نظر ڈالی جائے، تو معلوم ہوگا کہ ایام جاہلیت میں تمام اکابر صحابہ جن کی کوئی امتیازی شناخت نہیں تھی اور جو عام انسانوں کی طرح سمجھے جاتے تھے؛ لیکن قبول اسلام کے بعد ان کے اندر علم وعمل کی بے پناہ قوت ودیعت کردی گئی۔ ان میں سے کتنے اسلام کے وسیع وعریض امپائر کے حکمراں ہوئے۔ کوئی مشہور عالم فوجی جرنیل، کوئی نامی گرامی فاتح، کوئی اولوالعزم اور طالع آزما مجاہد، کوئی میدان علم وتقویٰ کا شہسوار اور کوئی اعلیٰ انسانی اخلاق کا پیکر۔ ایک ایک صحابی کی زندگی کا ورق اٹھا کر دیکھ لیجیے کہ ان کی زندگی میں کتنے ہمہ گیر انقلابات آئے اور اسلام نے ان کی خوابیدہ فطری صلاحیتوں کو جگا کر انہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا اور ان کا نام رہتی دنیا تک کی تاریخ میں انمٹ نقوش چھوڑ گیا۔ رضی اللہ عنہم وارضاہم۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں (۱۸ھ میں) شام کے محاذ پر مسلمان فوج میں طاعون کی وبا پھیل گئی جو تاریخ میں طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے۔ علامہ شبلی نعمانیؒ نے اپنی شہرۂ آفاق اور معیاری تصنیف ''الفاروق'' میں لکھا ہے کہ پچیس ہزار مسلم فوج اس وبا کا نشانہ بن گئی، ورنہ پچیس ہزار کی یہ جیالی فوج آدھی دنیا فتح کرنے کے لیے کافی ہوسکتی تھی۔

اسلام کی آفاقی تعلیمات نے شخصیات کی تعمیر اور کردار سازی میں جو انقلابی رول ادا کیا ہے وہ تاریخ کے ہر دور کا ایک نمایاں باب ہے۔ اسلام نے خدا جانے کتنے لوگوں کی زندگی کی کایا پلٹ دی اور نہ جانے کتنے دلوں میں ہلچل مچادی۔ اسلام کی پوری تاریخ عبقری شخصیات سے پُر ہے۔ علم واخلاق، فکر وفلسفہ اور سیاست وحکومت کے ہر میدان میں ایسی بے شمار عالمی شخصیات پیدا ہوئیں جن کی نظیر کسی اور مذہب میں مل ہی نہیں سکتی۔ حضرات صحابہؓ کے بعد تابعین اور بعد کے ادوار میں عالم اسلام کے اندر کتنے عباقرہ، اکابر علماء وزعماء، محدثین ومفسرین اور مشہور عالم شخصیات پیدا ہوئیں یہ یقیناً اسلام کی انھیں انقلابی تعلیمات کی پیداوار تھیں۔ ان کی زندگی میں حرکت وعمل کی انقلاب آفریں روح تھی جو اسلام نے ہی ان میں پھونکی تھی اور ان کی زندگی میں جس رفتار سے برقی لہر دوڑ رہی تھی اس کی سپلائی اسلام ہی کے پاور ہاؤس سے ہو رہی تھی۔

پوری اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ جب جب مسلمانوں نے خود کو اسلام کی انقلاب آفریں تعلیمات سے مکمل طور ہم آہنگ کیا ہے ان میں اسی طرح کی انقلابی روح پیدا ہوئی ہے اور ان سے حیرت انگیز انقلابی کارنامے وجود میں آئے ہیں۔ زوال وادبار کا جو طوفانِ بلاخیز اس وقت مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے، اس کی بنیادی وجہ اسلامی تعلیمات سے دوری ہے۔ کاش یہ عظیم حقیقت ہمیں دریافت ہوجاتی کہ ہماری کامیابی کی کنجی مغرب کی خیرہ کن تہذیب میں نہیں؛ بلکہ ان سادہ اسلامی تعلیمات میں ہے جس کا ایک علم بردار (حضرت ربعی بن عامرؓ) رستم ایران کے زرق برق ایوان کے قالینوں اور غالیچوں کو نیزہ کی نوک سے چھیدتے ہوئے پہنچا اور یہ اعلان کیا کہ مسلمان کی زندگی کا مقصد انسانوں کو دنیا کی تنگی سے کشادگی کی طرف اور باطل مذاہب کی بے اعتدالیوں سے اسلام کے عدل کی طرف لانا ہے۔ (الکامل فی التاریخ)

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

اسلام جس طرح کل مسلمانوں کی عظمت و رفعت کا ضامن تھا، اسی طرح آج بھی ہے، اس میں وہ قوت ہے کہ مسلم قوم کو ذلت ونکبت کے گڑھے سے نکال کر کامیابی وترقی کی شاہراہ پر گامزن کردے۔☆☆

جناب محمد اسماعیل قریشی رحمۃ اللہ علیہ ایڈووکیٹ کی

تحفظ ناموس رسالت کے لئے سنہری خدمات

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

جناب محمد اسماعیل قریشیؒ سپریم کورٹ کے سینئر وکلا میں سے تھے۔ ایک عرصہ تک لاہور میں وکالت کرتے رہے۔ ناموس رسالت کے تحفظ اور قادیانیت کے تعاقب کے لئے انہوں نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں انہوں نے دسیوں کیسوں میں امت مسلمہ کی نمائندگی کی۔ لاہور ہائی کورٹ میں قریشی برادری سے دو وکلا نے قادیانیت کا بھرپور تعاقب کیا۔ جناب رشید مرتضیٰ قریشیؒ، جناب محمد اسماعیل قریشیؒ، رشید مرتضیٰ قریشیؒ دبنگ قسم کے وکیل تھے، وہ جج صاحبان کو کھری کھری سناتے، کئی ایک مرتبہ ان کا لائسنس بھی کینسل ہوا، وہ اس سے کبھی نہ گھبرائے۔

ان کی نرینہ اولاد نہ تھی، ایک بیٹی تھی غالباً متبنّٰی، جب بھی ہائی کورٹ جانا ہوتا اور ان کی نشست پر ملاقات ہوتی۔ باصرار وتکرار چائے اور دیگر اعزاز واکرام سے نوازتے۔ جب راقم بل دینے کی کوشش کرتا تو حسبِ عادت سینہ پر پیار سے چپت لگاتے ہوئے کہتے: کیا ختم نبوت صرف تمہاری ہے ہمارا کوئی حق نہیں۔ اکثر وبیشتر کیس بلا معاوضہ لڑتے بعض اوقات آپے سے باہر ہوجاتے تو ہم خفیہ طور پر جناب محمد اسماعیل قریشیؒ سے درخواست کرتے، پھر بھی ہائی کورٹ میں پیش ہوجاتے۔

یوسف کذاب جھوٹا مدعی نبوت تھا، اس نے بہت سے لوگوں کے ایمانوں اور جیبوں پر ہاتھ صاف کئے۔ اس کی ویڈیو اور آڈیو کیسٹس سامنے لائی گئیں۔ جناب محمد اسماعیل قریشیؒ نے ساری ساری رات بیٹھ کر اس کی خرافات کو سنا اور اس کے نوٹس تیار کئے اور ایف آئی آر کے لئے درخواست تیار کرکے دی۔ جناب میاں غفار جو آج کل روزنامہ نوائے وقت ملتان کے ذمہ دار ہیں۔ اس وقت روزنامہ خبریں لاہور میں ہوتے تھے، ان کی وساطت سے ایس ایس پی، (ڈی پی او) سے ملاقات ہوئی اور کذاب کی ویڈیو اور آڈیو کیسٹس بمع قریشی صاحب کی تیار کردہ درخواست پیش کی۔ ایس ایس پی نے پی ڈی ایس پی کو کیس سپرد کیا، موصوف نے بھی وہ کیسٹس دیکھیں اور سنیں اور ایف آئی آر درج ہوئی۔

ایف آئی آر کے اندراج سے لے کر سیشن کورٹ اور ہائی کورٹ میں جناب محمد اسماعیل قریشیؒ نے کیس کی وکالت کا حق ادا کردیا اور اس میں ہمارے بہترین دوست جناب غلام مصطفیٰ چوہدری ایڈووکیٹ کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں، وہ اپنے آپ کو اپنے مرتبے سے بہت نیچے لاکر کیس تیار کرتے اور قریشی صاحبؒ کو اپنا استاذ اور مرشد کا درجہ دے کر عدالت میں بلا معاوضہ پیش ہوتے۔

ایک عرصہ تک سیشن کورٹ لاہور میں کیس زیر سماعت رہا۔ کذاب کے چیلوں میں زید زمان (زید حامد) جو اس کا فرسٹ صحابی اور خلیفہ (نعوذ باللہ) تھا۔ اس کے ساتھ پیش ہوتا۔ ایک عرصہ تک کیس زیر سماعت رہا، تاآنکہ سیشن کورٹ لاہور نے کذاب کو سزائے موت سنائی۔ کذاب کی طرف سے اپیل ہوئی۔ جناب محمد اسماعیل قریشیؒ ہائی کورٹ میں بھی پیش ہوتے رہے۔ تاآنکہ کذاب کو کسی سزائے موت کے قیدی نے جیل ہی میں قتل کرکے ”خس کم جہاں پاک“ کا مصداق کردیا۔

راجہ وجیہہ الحسن نامی ایک ملعون نے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی لکھ کر ماں بہن کی گالیوں پر مشتمل ایک خط اس وقت بادشاہی مسجد لاہور کے خطیب امام الملوک والسلاطین مولانا سیّد عبدالقادر آزادؒ کو لکھا۔ اس کی کاپی جناب محمد اسماعیل قریشیؒ اور راقم کو بھی بھیجی۔ راقم قریشی صاحب کو ملا، قریشی صاحب نے اس کے خلاف مدعی بن کر ایف آئی آر درج کرائی۔ ملعون کا خاندان تو مسلمان تھا۔ غالباً بیرونی ملک جانے کے چکر میں اس نے یہ بکواسات لکھیں اور وہ کئی روز تک لاہوری گروپ کے مرکز گارڈن ٹاؤن میں پناہ گزین رہا۔

جناب محمد اسماعیل قریشیؒ کی مساعی جمیلہ سے اسے سیشن کورٹ نے سزائے موت سنائی،

لیکن آگے محترم جج صاحبان نے اس کے جرم کو ہلکا سمجھتے ہوئے اسے رہا کردیا۔

موصوف نے ’’ناموس رسول اور قانون توہین رسالت‘‘ کے عنوان سے شاندار کتاب بھی لکھی۔ جس میں قرآن وسنت اجماع امت اور ملکی و غیر ملکی مروجہ قوانین کے حوالہ سے اسے مبرہن ومدلل تحریر کیا۔

تحفظ ناموس رسالت کا قانون:

پاکستان کی ایک بدباطن، ملحد اور بے دین وکیل عاصمہ جہانگیر نے اسلام آباد میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں دریدہ دہنی کی۔ یہ غالباً محمد خان جونیجو کا دور تھا۔ آپ نے رکن قومی اسمبلی آپا نثار فاطمہؒ (والدہ محترمہ جناب احسن اقبال) سے فرمایا کہ آپ ناموس رسالت کے حوالہ سے قومی اسمبلی میں بل پیش کریں۔ چنانچہ محترمہ کی مساعی جمیلہ سے محمد خان جونیجو کی اسمبلی نے قانون منظور کیا، جس میں گستاخ رسول کی سزا، سزائے موت یا عمر قید مقرر کی گئی۔ جناب محمد اسماعیل قریشیؒ نے فیڈرل شریعت کورٹ میں رٹ دائر کی کہ گستاخ رسول کی سزا میں یا ’’عمر قید‘‘ یہ قرآن و سنت اور چاروں ائمہ فقہ و حدیث کے مذہب و موقف کے خلاف ہے۔ وفاقی شریعت کورٹ نے رٹ منظور کی اور تمام مسالک کے علماء کرام اور اسکالرز کو عدالت میں طلب کیا۔ دیوبندی، بریلوی، مقلد، غیر مقلد، سنی، شیعہ علماء اور اسکالرز نے اپنی اپنی فقہ کے مطابق دلائل پیش کیے۔ وفاقی شرعی عدالت نے اپنے فیصلہ میں حکومت وقت کو ایک ماہ کی مہلت دی کہ وہ اس سلسلہ میں ۳۰؍ اپریل ۱۹۹۰ء تک قانون سازی کرے۔ ورنہ عدالت فیصلہ دینے پر مجبور ہوگی۔ چنانچہ اس وقت کی حکومت نے اس سلسلہ میں کوئی قانون سازی نہ کی تو عدالتی فیصلہ کے مطابق گستاخ رسول کی سزا، صرف سزائے موت مقرر کی گئی۔ اس قانون کا کریڈٹ جناب محمد اسماعیل قریشیؒ کو جاتا ہے، جو ۳۰؍ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو منظور ہوا۔

امتناع قادیانیت آرڈیننس:

۱۹۸۴ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی دعوت پر اٹھارہ دینی جماعتیں اکٹھی ہوئیں۔ مجلس عمل کی تشکیل ہوئی۔ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ صدر اور بریلوی مکتب فکر کے مولانا مفتی مختار احمد نعیمیؒ جنرل سیکریٹری منتخب ہوئے۔ تحریک چلائی گئی۔ اس وقت کے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے تعزیراتِ پاکستان میں دفعہ ۲۹۸-بی، ۲۹۸-سی کا اضافہ کرتے ہوئے قادیانیوں کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کردی۔ قادیانی اس قانون کے خلاف مختلف عدالتوں میں گئے، وفاقی شرعی عدالت میں بھی رٹ دائر کی۔ جناب محمد اسماعیل قریشیؒ نے عدالت میں بڑی تندہی کے ساتھ امت مسلمہ کے جذبات و احساسات کی وکالت کی۔ عدالت نے قادیانیوں کی رٹ کو خارج کیا، وہ شریعت اپیلانٹ بنچ میں گئے، وہاں بھی اسماعیل قریشیؒ نے ماہر قانون کی حیثیت سے عدالت کی راہنمائی کی اور عدالت نے قادیانیوں کی اپیل کو خارج کیا۔

قانون توہین رسالت کے نفاذ کے لئے جناب محمد اسماعیل قریشیؒ نے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ پرویز مشرف کے دور میں اس قانون کے طریقہ کار میں تبدیلی کی تجویز آئی۔ اس سلسلہ میں جہاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے لاہور کے ایک ہوٹل میں تمام مکاتب فکر کے مذہبی راہنماؤں، سیاسی جماعتوں کے قائدین اور لیڈران کو دعوت دے کر اس قانون کے تحفظ کے لئے سردھڑ کی بازی لگانے کا فیصلہ کیا، وہاں عدالتی محاذ پر جناب محمد اسماعیل قریشیؒ سرگرم رہے۔ وہ اپنے سینہ میں دھڑکتا ہوا عشق رسالت سے معمور و بھرپور دل رکھتے تھے۔ کیسے خاموش بیٹھ سکتے تھے؟

۱۹۸۳ء میں لاہور کے ایک وکیل مشتاق راج نے ’’آفاقی اشتمالیت‘‘ نامی کتاب میں توہین آمیز کلمات تحریر کئے۔ محمد اسماعیل قریشیؒ نے لاہور ہائی کورٹ کے وکلا کا اجلاس بلاکر اس کے خلاف قرارداد منظور کرائی اور اسے گرفتار کرایا اور اس کا لائسنس منسوخ کرایا۔

غرضیکہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے وہ دسیوں کیسوں میں وکیل رہے۔ ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۰ء تک جب راقم لاہور میں رہا، جب بھی کوئی اہم مسئلہ ہوتا، بندہ کو مطلع کرتے اور احتجاج کے لئے راہنمائی کرتے، چنیوٹ اور چناب نگر (اس وقت ربوہ) میں مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ اور ان کے رفقاء کوئی کیس درج کراتے تو اس کی وکالت کا قرعۂ فال جناب محمد اسماعیل قریشیؒ کے نام نکلتا۔

کچھ عرصہ سے منظر سے غائب تھے۔ علاقہ اقبال ٹاؤن لاہور میں ان کا مکان بھی بند ملتا، واللہ اعلم، کس حال میں رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے مبلغ مولانا عبدالنعیم سلمہ نے بتلایا کہ موصوف ۹؍ جولائی ۲۰۲۲ء کو انتقال فرماگئے اور نماز جنازہ کے بعد لاہور کے عظیم اور مبارک قبرستان میں اس عاشق رسول کو سپرد خاک کیا گیا۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ ☆☆

عیسائی پادریوں سے چند سوالات

قسط:۱۰

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ

وحی الٰہی پر مستشرقین کے اعتراضات:

یہود ونصاریٰ چونکہ اپنے مذہب اور آسمانی روحانی علوم سے محروم ہوچکے ہیں، اس لئے وہ اپنا مذہبی سرمایہ نہیں دکھا سکتے ہیں، البتہ دوسروں کے مذہبی سرمایہ اور مقدسات پر اعتراضات کرنا ان کا اصل مشغلہ رہ گیا ہے، ان لوگوں کے دل ودماغ میں تقدس واحترام کا تصور باقی نہیں رہا ہے، لہٰذا ان کی زبان وقلم سے انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین ظاہر ہوتی رہتی ہے اور آسمانی کتابوں اور آسمانی وحی پر اور دین سماوی کے پیشواؤں پر وقتاً فوقتاً ان کے حملے ہوتے رہتے ہیں، اس کو یہ لوگ مذہبی آزادی خیال کرتے ہیں خود بھی اپنے مذہب کے نبیوں پر گستاخانہ قلم چلاتے ہیں اور دوسرے مذاہب کے نبیوں پر بھی گندے حملے کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: ’’وقالت الیہود لیست النصاریٰ علٰی شیء وقالت النصاریٰ لیست الیہود علٰی شیء‘‘... یعنی: یہود نے کہا کہ عیسائی کسی چیز پر نہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ یہود کسی چیز پر نہیں، اس سے انہوں نے ایک دوسرے کے نبیوں کو اور ان کی آسمانی کتابوں کو اور ان کے مذہب کو ’’لیس بشیء‘‘ کہا کہ یہ نہ سچے ہیں، نہ کسی کام کے ہیں، نہ ان کا نبی کوئی چیز ہے، نہ ان کی کتابیں کوئی چیز ہے بلکہ سب جھوٹ کا پلندہ ہے، یہی زبان ان خبیثوں نے اسلام اور پیغمبرِ اسلام اور قرآن اور وحی کے لئے استعمال کی۔ لہٰذا یہ لوگ دو چند سہ چند مغضوب اور ملعون ٹھہرے۔ ان سے گلہ شکوہ مفید نہیں، البتہ ان کے گندے جملے اور باؤلے پن کو عوام الناس اور بالخصوص یہود اور مسیحی اقوام کے سامنے ظاہر کرنا ہمارا مقصد ہے ورنہ اس طرح غلط

یہود ونصاریٰ چونکہ اپنے مذہب اور آسمانی روحانی علوم سے محروم ہوچکے ہیں، اس لئے وہ اپنا مذہبی سرمایہ نہیں دکھا سکتے ہیں، البتہ دوسروں کے مذہبی سرمایہ اور مقدسات پر اعتراضات کرنا ان کا اصل مشغلہ رہ گیا ہے

باتوں کا نقل کرنا بھی ہمارے لئے اتنا بھاری ہے جیسا کہ کندھوں پر بڑا پہاڑ آ کر گرا ہو۔

بہر حال منٹگمری واٹ نے نفرت وعداوت کی وجہ سے اور بغض وحسد کی وجہ سے کئی مفروضے بنا کر قرآن اور پیغمبر اسلام اور وحی الٰہی پر جو اعتراضات کئے ہیں، بطور نمونہ چند جملوں کو ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس نقل کرنے کے گناہ سے مجھے معاف فرمائیں۔

منٹگمری واٹ نے اپنی کتابوں میں وحی کے لئے ’’قرآن کہتا ہے‘‘ کا لفظ استعمال کیا ہے، اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں اور نہ نبی نے سنایا ہے۔ واٹ ملعون لکھتا ہے کہ محمد اپنے اس گمان میں غلط فہمی کا شکار تھے کہ قرآن وحی ہے جو ان کے پاس خارج سے ایک فرشتہ کے توسط سے آتی ہے۔

(بحوالہ علوم اسلامیہ اور مستشرقین، ص:۱۲۱)

واٹ ملعون نے یہ کوشش بھی کی ہے کہ ابتدائے وحی میں جبریل، آنحضرت کے پاس وحی لے کر نہیں آئے تھے، اسی لئے ابتدائے وحی میں بلکہ مکی سورتوں میں جبریل کا نام نہیں ہے اور الروح سے جبریل مراد نہیں ہے، گمراہ واٹ نے وحی کی ابتداء میں طرح طرح کے شکوک پیدا کردیئے اور ایک دوسرے مستشرق ’’کارل آرنز‘‘ کے نقش قدم پر چل کر وحی کے ابتدائی دور میں کئی مفروضے بنا کر شک کے کانٹے بونے کی کوشش کی ہے اور جہنم کا مستحق بن گیا ہے۔

غارِ حرا میں آنحضرت کے جانے اور عبادت کرنے سے متعلق واٹ ملعون لکھتا ہے کہ یہ ناممکن نہیں ہے آپ غارِ حرا گئے ہوں لیکن آپ کیوں تشریف لے گئے تھے؟ اس کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جو لوگ مکہ میں سخت گرمی سے بچنے کے لئے طائف جانے کی قدرت نہیں رکھتے تھے

وہ گرمی کی شدت سے بچنے کے لئے غاروں کا بھی رخ کیا کرتے تھے، اس طرح ممکن ہے کہ محمد نے بھی ایسا کیا ہو۔ (بحوالہ کتاب مذکور ص:۱۴۴)

واٹ کہتا ہے کہ محمد کو جو ’’انت رسول اللّٰہ ‘‘ کی آواز آتی تھی یہ باہر کی آواز نہیں تھی بلکہ ان کے بدن کے اندر کی آواز تھی۔ واٹ ملعون لکھتا ہے کہ اس بات کا امکان ہے کہ محمد کو شروع میں اچانک وحی آ گئی ہو، لیکن بعد میں آپ کو وہ طریقہ معلوم ہوگیا جس سے استجلاب وحی (وحی کھینچ کر لانے) کا عمل انجام دیا جاسکتا تھا۔ (مذکورہ کتاب ص:۱۴۸)

ان تمام مفروضوں اور دروغ گوئیوں سے ملعون واٹ یہی ثابت کرنا چاہتا ہے کہ قرآن وحی الٰہی نہیں ہے، واٹ ملعون کا یہ اصرار ہے کہ وحی لامحالہ ایک تخیلی تعبیر ہے اور صلصلۃ الجرس کی آواز بھی ایک تخیل ہے اور جبریل کا دیکھنا بھی ایک تخیل ہے۔ (خلاصہ کتاب مذکور ص:۱۵۱)

ملعون منٹگمری واٹ کے نزدیک مطلق وحی کا سرچشمہ اجتماعی لاشعور ہوتے ہیں، یعنی یہودی مسیحی اسلامی تینوں وحی ایک لاشعور کیفیت سے پیدا ہوتی ہے۔ (ص:۱۵۳)

واٹ لکھتا ہے کہ یہ کہنا کہ محمد کی روایت و الفاظ ہذیان کی قبیل کی بات ہے، اس میں گولڈزیہر سے اختلاف کرنا آسان نہیں ہے۔

(مذکورہ کتاب:۱۵۲)

تبصرہ:

منٹگمری واٹ ملعون کی تین کتابوں سے یہ چند جملے میں نے قارئین کے سامنے رکھ دیئے ہیں، یہ بطورِ نمونہ ہے ورنہ ان کی کتابوں میں لعنت پر مبنی بڑا ملبہ پڑا ہوا ہے، مسلمان تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا احترام رکھتے ہیں، ہمیں جس طرح اپنے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت وعقیدت ہے، اسی طرح تمام انبیاء کرام کے ساتھ عقیدت و محبت ہے، یہ احترام ہمارا صرف ذاتی جذبہ نہیں ہے بلکہ ہم کو اسلام نے اس کا پابند بنایا ہے اور ہمارا اسلام زندہ تابندہ موجود ہے، لیکن اس کے مقابلے میں یہودی اور مسیحی اقوام اور ان کے پوپ و احبار اور مستشرقین خود بھی بے دین اور ملحدین بن چکے ہیں اور ان کا آسمانی دین بھی باقی نہیں رہا، اس لئے وہ بلا روک ٹوک اسلام کے مقدسات قرآن وحدیث اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ اور علماء امت فقہاء کرام اور اولیاء عظام کے بارے میں جو بکواس کرنا چاہتے ہیں کردیتے ہیں، اس میدان میں یہ لوگ علم وفضل دانشوری اور پروفیسری اور عزت نفس اور شرافت کو بالائے طاق رکھ کر انسانیت کے حوالہ سے اتنے نیچے گر جاتے ہیں کہ بچوں اور پاگلوں کو ان پر حیرانی ہوتی ہے اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ آیا یہ لوگ واقعی کھانا کھانے والے انسان ہیں یا چارہ کھانے والے حیوان ہیں؟

گزشتہ نقل کی گئی ان کی عبارتوں کو آپ ذرا پڑھ لیں یہ مستشرقین کہتے ہیں کہ قرآن محمد کی تصنیف ہے محمد پر مرگی اور جنون کے دورے پڑتے تھے اور ہوش میں آ کر کچھ پڑھ کر سناتے تھے، اس نے قرآن ورقہ بن نوفل سے سیکھا تھا یا امیہ بن ابی صلت شاعر کے کلام سے لیا تھا یا امرأ القیس کے قصائد سے اخذ کیا تھا یا یہود و نصاریٰ کے علماء کرام سے سب کچھ سیکھا تھا یا تورات و انجیل پڑھ کر اس سے قرآن بنایا تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ محمد نے ایک بار فرشتہ سے وحی لے لی اور طریقہ سیکھ کر پھر استجلابِ وحی کا عمل کرتے تھے یعنی پھر خود بناتے تھے، پھر کہتے ہیں کہ مکہ میں جبریل کو محمد نے نہیں دیکھا تھا نہ جبریل وحی لے کر آئے تھے۔ وحی کے بارے میں محمد خود غلط فہمی کا شکار تھے، غارِ حرا میں محمد گرمی سے بچاؤ کے لئے جا کر بیٹھ جاتے تھے، محمد نے عرب معاشرہ کو دیکھا اور پھر قرآن تصنیف کیا، محمد کے ساتھ جو کچھ ہوا یہ اس کے بدن کے اندر کی کہانی تھی، باہر سے کسی فرشتے نے کوئی وحی لا کر نہیں دی۔ یہ محمد کو خیال آتا تھا اور اس تخیلی کیفیت کو وہ بیان کرتے تھے۔

مستشرق واٹ کہتا ہے کہ گولڈزیہر نے جو یہ کہا ہے کہ محمد ہذیان کہتے تھے، اس کا رد کرنا آسان نہیں ہے، ناظرین دیکھ لیں مغربی دانشوروں کے الحاد وزندقہ پر مبنی یہ جملے نقل کرنا کسی مسلمان کے لئے آسان نہیں ’’نقل کفر، کفر نہ باشد‘‘ اپنی جگہ پر صحیح ہو، مگر میرے نزدیک نقل کفر تشہیر کفر کے مترادف ہے، میں اپنے رب کے سامنے توبہ کرتا ہوں اور استغفار کرتا ہوں کہ میں نے ان باؤلے پن میں مبتلا لوگوں کے جملے نقل کردیئے، لیکن عوام الناس کے سامنے ان کی یہ بکواس ظاہر کرنا ضروری ہوجاتا ہے جو ایک مجبوری ہے، میں ان بدعقلوں سے پوچھتا ہوں کہ اگر قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف ہے تو دنیا کے کروڑوں عرب اور کروڑوں کی تعداد میں یہود ونصاریٰ نے اس طرح قرآن کیوں تصنیف نہیں کیا، اگر مرگی کے دوروں کے نتیجے میں قرآن آیا ہے تو تم میں کروڑوں انسانوں پر مرگی کے دورے پڑتے ہیں، ان کو اس طرح قرآن کیوں نہیں ملا۔

(جاری ہے)

مرزا.... آستین کا سانپ

مولانا اسماعیل ریحان

گزشتہ دوصدیوں کے دوران انگریزوں نے مسلمانوں میں جتنے غداروں کی پرورش کی ہے، ان میں مرزا غلام احمد قادیانی کا نام سب سے نمایاں ہے۔ وہ نبوت کے جھوٹے دعوے کی وجہ سے کافر مرتد تھا اورامت کے لئے خطرناک گمراہ کنندہ اور بدترین دجال تھا۔ اس لحاظ سے اس کا یا اس کے پیروکاروں کا مسلمانوں سے کوئی تعلق ہے ہی نہیں۔

ہر مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مرزا قادیانی اوراس کے چیلے پکے کافر اور اسلام سے خارج ہیں۔ تاہم اس مضمون میں انہیں آستین کے سانپوں یعنی غداروں میں اس لئے شمار کیا جارہا ہے کہ یہ لوگ خودکو مسلمان ظاہر کرکے مسلمانوں کو دھوکا دے رہے ہیں اور مسلم معاشرے میں رہ کر ان کی بڑی بڑی حکومتوں، اداروں اورتحریکوں کی جڑیں کاٹ رہے ہیں۔

قادیانی جماعت کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی مشرقی پنجاب کے ایک گاؤں قادیان میں پیدا ہوا۔ جاگیرداروں کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے آباؤ اجداد انگریزوں کے وفادار تھے، اس کا باپ مرزا غلام مرتضیٰ انگریزوں کا پٹھو تھا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی برپا ہوئی تو اس کے باپ اور بڑے بھائی مرزا غلام قادر نے انگریز کی دل وجان سے خدمت کی اور انگریزی فوج کا ساتھ دے کر مسلمانوں کا خون بہایا۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء اور اس سے کچھ عرصہ قبل سیّد احمد شہیدؒ کی تحریک جہاد سے انگریز یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ جب تک مسلمانوں میں جذبۂ جہاد زندہ ہے، انہیں مٹانا ناممکن ہے، چنانچہ انہوں نے مسلمانوں سے جذبۂ جہاد کو بالکل ختم کرنے کے لئے ایک ایجنٹ کی تلاش شروع کردی۔

> **قادیانی خودکو مسلمان ظاہر کرکے مسلمانوں کودھوکا دے رہے ہیں اور مسلم معاشرے میں رہ کران کی بڑی بڑی حکومتوں، اداروں اورتحریکوں کی جڑیں کاٹ رہے ہیں**

انہی دنوں کی بات ہے کہ عرب سے ایک مجاہد راہنما شیخ صالح ہندوستان آئے، وہ یہاں کے محکوم مسلمانوں میں جذبۂ جہاد اجاگر کرنا چاہتے تھے۔ ان کے پاس مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ کے علماء کرام کا یہ فتویٰ موجود تھا کہ ہندوستان دارالحرب ہے۔ اس فتوے کے ذریعے وہ مسلمانوں کو جھنجھوڑنا چاہتے تھے، مگر ہوا یوں کہ جوں ہی شیخ صالح ہندوستان پہنچے، انگریزوں کو مخبروں نے ان کی خبر دے دی، چنانچہ انہیں گرفتار کرلیا گیا اوران سے تحقیق وتفتیش شروع کی گئی۔ انگریز افسران یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ شیخ صالح کے رابطے کن کن مقامی لوگوں سے ہیں تاکہ ان سب کو بھی گرفتار کرلیا جائے۔ یہ کیس سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر پارکنسن کے پاس تھا۔ شیخ صالح سے تفتیش کے دوران اسے ایک عربی جاننے والے ترجمان کی ضرورت پڑی۔ کسی نے اسے مرزا قادیانی کا نام بتایا، جوان دنوں بالکل غیر معروف تھا۔ پارکنسن نے مرزا کو شیخ صالح سے تفتیش میں ترجمان کے طور پر مقرر کردیا۔ مرزا نے تفتیش میں زبردست کردار ادا کیا، اس سے انگریز افسران بہت خوش اور مرزا قادیانی ان کی نظروں میں اہمیت اختیار کرگیا۔

کچھ عرصہ بعد مرزا نے برطانوی انٹیلی جنس کے ایک افسر مسٹر ہٹلر سے مراسم بڑھانے شروع کئے۔ یہ افسر پادری کے روپ میں ہندوستان آیا تھا، مرزا نے اسے یقین دلایا کہ وہ برطانوی گورنمنٹ کے لئے ہر خدمت انجام دے سکتا ہے، چنانچہ اس افسر کی وساطت سے مرزا کو انگریز

حکومت نے اپنے مہرے کے طور پر منتخب کرلیا۔

انگریز حکومت کی سرپرستی ملنے کے بعد مرزا اپنے علاقے قادیان چلا گیا اور اخبارات میں مضامین لکھ لکھ کر شہرت حاصل کی۔ یہ اس کی مہم کا پہلا حصہ تھا۔ ساتھ ساتھ اس نے ہندوؤں اور عیسائیوں سے مناظرے کر کے خود کو مبلغ اسلام کے روپ میں پیش کیا۔ جب خاصے لوگ اس کے معتقد ہوگئے تو اس نے اپنی تحریروں میں جہاد کی مخالفت شروع کردی، اس سلسلے میں اتنی کتابیں، رسالے اور مضامین لکھے کہ خود مرزا کے بقول ان سے پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں (لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ ایک الماری بھی یہ لوگ بھر کر نہیں دکھا سکتے)۔

مرزا کی جہاد مخالف تحریک چلانے سے انگریز بڑے خوش ہوئے، وہ اس کی تحریکوں کی بڑے پیمانے پر اشاعت کے لئے خفیہ طور پر مالی تعاون کررہے تھے۔ ادھر مرزا نے مذہبی مبلغ اور مصلح کا روپ دھارنے کے بعد خود کو ''مجدد'' مشہور کردیا اور پھر ۱۸۹۱ء میں خود کو ''مہدی'' کے طور پر متعارف کرایا، جہاد کی مخالفت ساتھ ساتھ جاری رہی۔ ہندوستان کے علاوہ عرب ممالک میں بھی وہ جہاد کی فضا ختم کرنے کے لئے کوششیں کرتا رہا، اس نے لکھا:

☆......''میں نے بائیس برس سے اپنے ذمہ فرض کر رکھا ہے کہ ایسی کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو، مسلم ممالک میں ضرور بھیج دیا کرتا ہوں، اس وجہ سے میری عربی کتابیں عرب ممالک میں بھی بہت شہرت پاگئی ہیں، جو لوگ درندہ طبع ہیں اور جہاد کے بارے میں میری تحریریں پڑھتے ہیں وہ فی الفور چڑ جاتے ہیں اور میرے دشمن ہوجاتے ہیں۔''

اس تحریر میں درندہ طبع سے مراد مجاہدین ہیں۔ نعوذ باللہ!

اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں، مگر مرزا نے کچھ عرصے بعد دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں اور ساتھ ہی نبوت کا دعویٰ کرتے ہوئے خود کو مسیح موعود قرار دیا۔

مرزا قادیانی کی جہاد مخالف تحریک چلانے سے انگریز بڑے خوش ہوئے، وہ اس کی تحریکوں کی بڑے پیمانے پر اشاعت کے لئے خفیہ طور پر مالی تعاون کررہے تھے

مرزا قادیانی کی اس جھوٹی نبوت کو انگریز حکومت نے خوب پروان چڑھایا اور سینکڑوں لوگ گمراہ ہوکر ختم نبوت کے منکر اور انگریزوں کے ایجنٹ بن گئے۔

۱۹۰۸ء میں مرزا قادیانی ہیضے کے مرض میں مبتلا ہوا اور غلاظت میں لتھڑ کر بہت بُری موت مرگیا۔ اس کی ساری زندگی انگریزوں کی خدمت اور مسلمانوں کی جڑیں کاٹنے میں گزری، اس کی عمر بھر کی کارستانیاں اسلام کے خلاف استعمال ہوئیں۔ مرزا نے کوئی ایک تحریر بھی ایسی نہیں لکھی، جس میں مسلمانوں کی آزادی، خود مختاری، خودداری اور غیرت قومی کا احساس اجاگر ہوتا ہو۔ اس نے پوری کوشش کی کہ مسلمان قرآن وسنت سے دور ہوکر اس کی جھوٹی نبوت کے جال میں آجائیں اور یوں انگریز کے غلام بن جائیں، مگر علمائے امت نے اس کی ناپاک سازش کو ناکام بنانے کے لئے سرتوڑ کوشش کی۔

مولانا سیّد انور شاہ کاشمیری، مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا لال حسین اختر، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے بزرگوں نے تحریک ختم نبوت چلا کر قادیانیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔

قیامِ پاکستان کے بعد قادیانیوں نے اپنا مرکز قادیان سے چناب نگر (ربوہ) منتقل کرلیا اور سازشوں میں مصروف رہے۔ آخر کار ۱۹۵۳ء میں دوبارہ ان کے خلاف زبردست تحریک چلی، مختلف مراحل کے بعد ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ ۱۹۸۴ء میں صدر ضیاء الحق مرحوم کی طرف سے امتناع قادیانیت آرڈی نینس جاری ہونے کے بعد قادیانیوں کا سربراہ مرزا طاہر لندن بھاگ گیا اور وہیں مرا۔

قادیانی اگرچہ اپنی کوششوں کے ذریعہ سادہ لوح مسلمانوں کو بہکانے میں اب بھی مصروف ہیں، مگر اتنی بات یقینی ہے کہ غدارِ امت مرزا گامے قادیانی کی جھوٹی نبوت کو نہ قبولیت عامہ حاصل ہوئی تھی نہ ہوسکتی ہے۔ ان شاء اللہ! وہ دن دور نہیں جب قادیانیوں کو کہیں جائے پناہ نہیں ملے گی۔ ☆☆☆

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد و نظریات

قادیانی تحریروں کی روشنی میں

سیّد شجاعت علی گیلانی

گزشتہ سے پیوستہ

اب آیئے ان دلائل کی طرف جو مرزا حنیف محمود قادیانی نے شد و مد سے مرزا اور مرزائیوں کے کفر کے دفاع کے لئے پیش کئے۔

ان کے تمام نقاط میں بنیادی چیز ختم نبوت ہے، بقول ان کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے باوجود نبوت جاری ہے مگر امتی نبی ہوں گے جبکہ تمام مسلمانان عالم اسلاف و اخلاف کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔آپ کے بعد کسی اعتبار سے کوئی نبی نہیں آسکتا۔یعنی خاتم النبیین کا مطلب سلسلہ نبوت ورسالت کو بند کرنے والے۔افسوس کہ مرزے کو امتی بھی ایسے ملے جو اس کی اپنی کتابوں اور اس کے بیٹے کے فرامین کو پڑھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے ورنہ کب کے سب راہ راست پر آچکے ہوتے۔ ملاحظہ ہو حاشیہ کتاب البریہ۱۸۴۔

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمادیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث ’’لا نبی بعدی‘‘ ایسی مشہور تھی کہ اس کی صحت میں کلام نہ تھا۔‘‘

’’میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بکلی بند ہیں، اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنی کی رو سے آسکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی مگر ہمارے مخالف ختم نبوت کے دروازوں کو پوری طرح بند نہیں سمجھتے۔‘‘(سراج منیر ص:۳)

’’اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا یا پرانا اور قرآن کا ایک شوشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا۔‘‘(نشان آسمانی)

’’ایسا ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ’’لا نبی بعدی‘‘ کہہ کر کسی نئے نبی یا دوبارہ آنے والے نبی کا قطعاً دروازہ بند کردیا۔‘‘(ایام الصلح ص:۱۵۲)

مرزا قادیانی کے یہ دلائل پڑھ کر کوئی بھی سلیم الفطرت آدمی تمام مسلمانوں کے متفق علیہ عقیدہ پر ذرا بھی شک نہیں کرسکتا۔مگر یہ راز بھی جاننا ضروری ہے کہ جیسا کہ اوپر مذکور ہے کہ مرزا قادیانی نے ایک نہیں پورے سو مختلف دعوے فرمائے اور ہر دعوے سے پہلے اس کی فضا سازگار کی۔اسی حوالے سے مرزا قادیانی کے اوپر تحریر شدہ دلائل موصوف کے دعویٰ نبوت و رسالت سے پہلے کے ہیں۔اس کے بعد ۱۹۰۸ء کے لگ بھگ اپنے کفریہ دعویٰ کا اظہار فرما کر واصل جہنم ہوئے اور نبوت کے دعوے کے لئے انہوں نے اپنے اوپر والے دلائل کا خود بڑے زور سے رد کیا بلکہ حنیف محمود قادیانی کے مضمون میں مندرجہ دلائل کو بھی توڑا اور خود کو مستقل، مکمل اور تشریعی نبی ظاہر کر کے پوری امت مسلمہ کے متفقہ عقیدہ ختم نبوت کی دھجیاں بکھیر کر اپنی اور جملہ معاونین و متعلقین کی عاقبت خراب کی۔

مرزا قادیانی کہتا ہے:

☆......’’ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔‘‘(ص:۱۲۷، ملفوظات حضرت مسیح موعود از نومبر۱۹۰۷ تا ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء)

☆......’’ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہورہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں، اسی لئے ہم نبی ہیں، امر حق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفا نہ رکھنا چاہئے۔‘‘

(ص:۱۲۸ ملفوظات از نومبر۱۹۰۷ تا ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء)

☆......’’میری وحی میں امر بھی ہے نہی بھی، اس لئے میں شریعت والا نبی ہوں۔‘‘

(اربعین نمبر۶)

☆......’’میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا اور میرا نام نبی رکھا۔‘‘(تتمہ حقیقۃ الوحی ص:۶۸)

مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کی پکی تصدیق ان کے فرزند ارجمند اور ان کے خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی کتاب حقیقت النبوت میں یوں فرمائی ہے:

”لیکن نبی کی حقیقی تعریف کا علم ہوا تو آپ (مرزا قادیانی) نے جان لیا کہ وہ لوگ میرے مقام تک نہیں پہنچے اور محدث نہیں بلکہ نبی ہوں۔“

(حقیقت النبوۃ ص:۱۳۰)

”پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت مسیح موعود ہرگز مجازی نبی نہیں، بلکہ حقیقی نبی ہیں۔“

(حقیقت النبوۃ ص:۱۷۴)

اس کے علاوہ رسالہ الحکم قادیان مورخہ ۲۱/اپریل ۱۹۰۴ء میں یہ گواہی دی ہے کہ خدا تعالیٰ نے صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی اور رسول رکھا اور کہیں بروزی اور ظلی نہ کہا۔ پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے۔

بشیر الدین محمود القول الفصل کے صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں کہ: ”تمام کمالات نبوت اس میں اس حد تک پائے جاتے ہوں، جس حد تک نبیوں میں پائے جانے ضروری ہیں تو میں کہوں گا کہ ان معنوں کی رو سے حضرت مسیح موعود نبی تھے۔“

”اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے یہ کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، تو میں اسے کہوں گا کہ تو جھوٹا ہے۔“ (انوار خلافت صفحہ ۳۲)

اب آیئے عقیدۂ ختم نبوت پر:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانوں کی رشد و ہدایت کے لئے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور پھر یہ سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل طور پر ختم کر دیا۔ گویا آپ سلسلہ نبوت و رسالت میں آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ کو وہ سب کچھ عطا فرمادیا جو قیامت تک کے انسانوں کی ہدایت اور رہبری کے لئے کافی تھا۔ آپ کو ”کافۃ للناس بشیراً و نذیراً“ کہا گیا اور پھر آپ کی زبان سے ”یا ایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا“ کہلوایا گیا۔ آپ پر تکمیل دین اور اتمام نعمت کا اعلان سورۂ مائدہ میں فرمایا۔ آپ کا اسوہ حسنہ سب کے لئے ہونا، آپ کی ختم نبوت کی گواہی ہے۔ ارشاد ہے: ”لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنہ“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کسی نبی اور رسول کی کسی حوالے سے کوئی گنجائش نہیں۔

آیئے قرآن مجید کے بعد بالاتفاق سب سے صحیح کتاب صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۵۰۱ کھو لئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میری اور مجھ سے قبل کے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک نہایت خوبصورت عمارت بنائی، مگر اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہنے دی، لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے، عمارت کی بہت تعریف کرتے مگر کہتے کہ اس خالی جگہ پر اینٹ کیوں نہ لگائی؟ فرمایا: وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔“ یہ حدیث بخاری کے ساتھ مسلم نے بھی روایت کی ہے، گویا متفق علیہ ہے۔

مسلم اور بخاری کی ایک روایت ہے کہ بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کرتے تھے، جب کوئی نبی دنیا سے چلا جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

ترمذی کی روایت کردہ حدیث: ”رسالت اور نبوت ختم ہو چکی ہے، میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔“

ابوداؤد کی روایت: ”میری امت میں تیس کذاب ہوں گے، جن میں ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔“ ذخیرہ حدیث میں دو سو سے زیادہ احادیث اس مسئلے کو ثابت کرتی ہیں کہ آپ آخری نبی ہیں۔ قرآن مجید میں ابتداء میں ایک ایسی وضاحت ہے جو کہ درحقیقت ایمانیات کا حصہ ہے۔ سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات میں ایمان بالغیب اور اقامت الصلوٰۃ کے بعد ارشاد ہے: ”وما انزل الیک وما انزل من قبلک“ آیت کے اس حصے میں یہ وضاحت فرمادی کہ آپ کے بعد قطعاً کسی وحی یا صحیفے کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی کوئی نبی یا رسول ہوگا۔ اس کے علاوہ کتنی ہی آیات میں من قبلک کا ذکر قرآن اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجود ہے اور ہر جگہ بعد کی صراحتاً نفی نظر آتی ہے (اگر کوئی بینا ہو)۔

قرآن کی ایک اور وضاحت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہر نبی کے بعد میں آنے والے انبیاء کا تذکرہ ان کی زبانی قرآن نے نقل کیا ہے۔ سب کے بعد انبیاء کی آمد کی بشارت ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد صرف ایک نبی کا ذکر ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے ساتھ صرف پہلے انبیاء کا ہی ذکر ہے۔ اسی لئے کہ آپ کے بعد سلسلہ رسالت و نبوت مکمل ہو چکا۔ ملاحظہ ہو قرآن کی چند آیات:

”یہ وہ لوگ ہیں‘ جن پر انعام کیا اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں میں آدم کی اولاد میں (یعنی آدم کے بعد انبیاء ہوں گے)۔“

(سورۂ مریم:۵۸)

”ہم نے وحی بھیجی تیری طرف جیسے وحی بھیجی نوح پر اور ان نبیوں پر جو اس کے بعد ہوئے۔(یعنی نوح کے بعد انبیاء ہوئے)۔“

(سورۂ نساء:۱۶۳)

”اور دیا ہم نے اس کو اسحاق اور یعقوب اور رکھ دی اس کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب۔“ (سورۂ عنکبوت:۲۷)

”اور بے شک دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور پے در پے بھیجے اس کے پیچھے رسول (حضرت موسیٰ کے بعد پے در پے رسول آئے)۔“ (سورۂ بقرہ:۸۷)

”اور جب کہا عیسیٰ بن مریم نے اے بنی اسرائیل میں بھیجا ہوا آیا ہوں اللہ کا تمہارے پاس یقین کرنے والا اس پر جو مجھ سے آگے ہے توریت اور خوشخبری سنانے والا ایک رسول کی جو آئے گا میرے بعد اس کا نام احمد۔“ (سورۂ صف:۵)

”اور محمد تو ایک رسول ہے جو ہو چکے اس سے پہلے بہت رسول (عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک رسول اور دیگر تمام انبیاء اور رسول محمد ﷺ سے پہلے تھے)۔“

(سورۂ آل عمران:۱۴۴)

”اسی طرح تجھ کو بھیجا ہم نے ایک امت میں گزر چکی ہیں اس سے پہلے بہت امتیں۔“ (سورۂ رعد:۳۰)

قرآن وحدیث کی ان واضح گواہیوں کے بعد اور کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا‘ قرآن میں اسی طرح کی سو سے زائد دلیلیں روز روشن کی طرح مرزا قادیانی کے فریب کو واضح کرتی ہیں‘ تاہم مرزا حنیف محمود قادیانی نے جن تنکوں کا سہارا لیا کے متعلق تھوڑی سے گفتگو ضروری ہے۔انہوں نے لفظ خاتم کو زبر کے ساتھ پڑھا اور اس کے معنی اعلیٰ کے سمجھے۔اگر ان کی بات درست تسلیم کر لی جائے تو افضل مراد ہو گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا افضل ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے مگر مذکورہ بالا دلائل اور دیگر تصریحات کی روشنی میں آپ کے افضل ہونے کی وجہ سے آخری نبی اور رسول ہونے میں قطعاً کوئی فرق نہیں پڑتا۔اس کے علاوہ خود مرزا قادیانی اپنی نبوت کے جھوٹے دعوے سے بہت عرصہ پہلے اسی بات کے قائل تھے کہ آپؐ آخری نبی ہیں اور آپؐ کے بعد نبوت ورسالت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہے۔

(ازالہ اوہام،جلد دوم،ص:۵۱۱)

لہٰذا خاتم کو اگر افضل کے معنی میں بھی لیا جائے تو عقیدۂ ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں آئے گا اور آپؐ کے افضل ہونے سے قطعاً آپ کے بعد نبوت کے دروازے کا قفل نہیں کھل سکتا۔اس تصریح کے بعد اب آئیے اہل لغت اور علماء کرام کے دروازے پر کہ وہ لفظ خاتم کی کیا وضاحت کرتے ہیں۔

اسلاف کے نزدیک سورۂ احزاب میں لفظ خاتم النبیین کی ہر دو قرأت مشہور ہیں۔ایک طبقہ (ت) کی زبر کے ساتھ خاتم پڑھتے ہیں جو اسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے‘ جس کے معنی آخری کے ہیں دوسری قرأت (ت) کی زیر کے ساتھ ہے جو بطور فاعل کے ہے اور وہ ختم کرنے والے کے معنی میں آتا ہے۔

(ملاحظہ ہو معالم التنزیل از امام بغوی ج:۴،ص:۲۱۸)

مشہور عربی لغت لسان العرب دیکھئے خاتم (ت) کی زبر کے ساتھ ختم کرنے کے معنی میں آتا ہے۔(ختم اللّٰہ علی امرہ بالخیر) ہر شے کے اختتام کو خاتم کہتے ہیں۔اس کی جمع خواتم ہے۔

یہ ایک جھلک ہے‘ حقیقت یہ کہ جملہ لغات اور تفاسیر میں اس آیت کے ذیل میں خاتم دونوں کے معنی نبوت اور رسالت کے اختتام پذیر ہونے کے ہی ہیں اور (ت) کی زبر یا زیر سے نبوت کا دروازہ نہیں کھل سکتا‘ جب احادیث میں اس پر پکی مہر لگا دی تو پھر گنجائش تلاش کرنا محض حماقت ہی ہے۔

آخری گزارش یہ ہے کہ مرزا قادیانی اور اس کی جھوٹی امت کا کفر شرعاً بالاجماع ثابت ہے۔آئین میں ان کو ان کی دلیلیں سننے کے بعد معزز ممبران قومی اسمبلی نے بہ ہوش و حواس بالاتفاق کافر قرار دے دیا ہے اور اس کے بعد ضروری قانون سازی بھی موجود ہے۔اس کے علاوہ پاکستان کی سب سے بڑی عدالت نے اتمام حجت کے لئے پوری بحث وتمحیص کے بعد ان کے کفر پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے اب تنکے کا سہارا لینے کی بجائے حق کو تسلیم کریں اور مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کا برملا انکار کر کے خود کو مسلمانوں کے زمرے میں شامل کروا کر نجات اخروی کا ذریعہ بنائیں۔خداوند کریم ہدایت کی توفیق دے۔آمین۔

☆☆..................☆☆

بمقام
جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن فیروز پور روڈ لاہور
بتاریخ
6 ستمبر 2022
بروز منگل ان شاء اللہ
بعد نماز مغرب
ختم نبوت و سیرت کانفرنس
زیر صدارت
حضرۃ مولانا حافظ محمد ناصر الدین خان خاکوانی صاحب حفظہ اللہ
پیر طریقت رہبر شریعت ولی کامل
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ
مجددی نقشبندی
زیر نگرانی
حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب
استاذ العلماء شیخ الحدیث
مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
زیر سرپرستی
حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب
پیر طریقت رہبر شریعت ولی کامل، استاذ العلماء والصلحاء دامت برکاتہم العالیہ
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور
شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ جدید لاہور
تاریخ ساز
عظیم الشان
پُروقار
لاثانی
ختم نبوت کے پروانوں سے جوق در جوق شرکت کی درخواست ہے
عنوانات
توحید باری تعالیٰ
عقیدہ ختم نبوت
سیرت خاتم الانبیاء ﷺ اور ظہور امام مہدی علیہ الرضوان
حیاتِ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام
عظمت صحابہ و اہلبیت رضی اللہ عنہم
اتحادِ امت محمدیہ
پاکستان کی نظریاتی و جغرافیائی حدود کا تحفظ
جیسے اہم موضوعات پر علماء کرام مشائخ ۔ قائدین دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے
شعبہ نشر و اشاعت
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور
0300-4304277
042-35441166
0300-4275569
0300-4981840
خطاطی اینڈ ڈیزائننگ
السید گرافکس
اندرون سرائے سلطان لنڈا بازار لاہور
0300-9423078
0343-4777275